احیائے تصوّف کا علمبردار

ماہنامہ

نوائے صوفیہ

اِسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۵

دسمبر ۱۹۹۶ء



روضہ مبارک شاہ ہمدان واقع کولاب تاجیکستان

احیائے تصوف کا علمبردار اور

اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم

دسمبر ۱۹۹۶ء

قیمت بارہ روپے

شمارہ نمبر ۲۵

فہرست مضامین

مدیر و ناشر:

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:

ریگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بدل اشتراک زر سالانہ

پاکستان	-/144 روپے سالانہ
کویت	-/600 روپے سالانہ
متحدہ عرب امارات	-/600 روپے سالانہ
انڈیا	-/400 روپے سالانہ
یورپ	-/600 روپے سالانہ

خط و کتابت اور مضامین بھیجنے کا پتہ:

مکان نمبر D-1021

سیٹلائٹ ٹاؤن

سید پور روڈ،

راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور رجسٹری بھیجنے کا پتہ:

فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14 ،

کینگری IV ، آئی ایٹ ون،

اسلام آباد پاکستان

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A-358 ، سیکٹر G-6/1-1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

جلال و جمال

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن حکیم نے مومن کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم یعنی اہل ایمان کفار کے مقابلے میں نہایت سخت خو اور ایک دوسرے سے مہربانی کرنے والے ہوتے ہیں۔

روز ازل سے انسانی ذہن حسن مطلق کا جویا رہا ہے۔ دنیا کا عظیم ترین ادبی سرمایہ اسی تلاش و جستجو کی پیداوار ہے۔ اگر اس علمی اور ادبی سرمایے کو کھنگالا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حسن جس کی تعریف میں شعرا ادبا اور اہل فکر و اہل فن ہمیشہ رطب اللسان رہے ہیں در حقیقت دو اجزا پر مشتمل ہے جنہیں جمال اور جلال سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اپنی انتہا کو پہنچ کر ہر حسن جلالی میں بھی ایک جمال کی کیفیت جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور ہر جمال کا دیدہ و قلب پر ایک جلال آمیز اثر ہوتا ہے۔ غرض تکمیل حسن ان دونوں پہلوؤں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کا مقصود و منتہا دراصل ایک انسان کامل کی تلاش ہے، جس کی جانب مولانا رومی نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی نے یوں اشارہ فرمایا ہے۔

دی شیخ با چراغ ہی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

زین ہمرہان سست عناصر دلم گرفت
شیر خدا و رستم دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نہ شود جستہ ایم ما
گفت آں کہ یافت می نہ شود آنم آرزوست

اس انسان کامل کو اقبال نے اپنے حیات افروز کلام میں "مرد مومن"، "مرد حق"، "بندہ مومن" اور "مرد خدا" جیسے ناموں سے یاد کیا ہے۔

اقبال کا مرد مومن جرمن فلاسفر نطشے کے "فوق البشر" سے عظیم تر تصور ہے۔ کیونکہ نطشے کا فوق البشر انسان کی حیاحیاتی قوتوں کی معراج کا حامل ہوگا۔ اس کی تین خصوصیات قوت، فراست اور تکبر ہیں۔ نطشے کے خیال میں ارادہ حیات ارادہ جنگ، ارادہ قوت اور فوق القوت کی صورت میں اپنا اظہار کرتا ہے۔ نطشے نسلی برتری حامی کا حامی ہے اور فوق البشر کے لئے وہ نظام اخلاقیات کو زہر سمجھتا ہے۔ وہ اپنے فوق البشر کو خیر و شر کے معیار سے ماورا خیال کرتا ہے اور اس کے مقاصد کے پیش نظر ہر قسم کی جنگ کو جائز قرار دیتا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ نطشے کا انسان کامل زبردست قاہرانہ اور جلالی قوتوں کا مالک ہے وہ عام انسانوں کو مارکیٹ کی مکھیاں قرار دیتا ہے۔ اس انسان کامل کے طرز عمل سے جمالیاتی اور اخلاقی قدروں کی بو بھی نہیں آتی۔

اس کے برعکس اقبال کا مرد مومن جس کا اولین تصور ان کے مرشد مولانا روم نے پیش کیا تھا جمال اور جلال دونوں خوبیوں کا مرکب ہے۔ بظاہر یہ صفات متضاد نظر آتی ہیں مگر بباطن یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اور مرد مومن کی زندگی ان دونوں صفات کا دلآویز نمونہ ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیل تند خو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ایک دوسرے مقام پر حضرت علامہ نے مرد مومن کی اس امتیازی شان کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

دراصل اقبال کو ایسا تصور حیات پسند ہے جو حسن فطرت سے ہم آہنگ ہو۔ وہ ریگستان عرب کے باسیوں کی فطری سادگی اور سخت کوشی سے متاثر ہے۔ لالہ صحرا اس کی ایک مخصوص علامت ہے اور اقبال کا تصور شاہین تو اس کے نظریہ خودی اور نظریہ حیات کو سب سے زیادہ احسن طریقے سے واضح کرتا ہے۔ اقبال نے اپنے تصور شاہین میں مرد مؤمن کی تمام جمالی اور جلالی خوبیوں کا احاطہ کیا ہے۔ وہ مرد مومن جو غفار و قہار خدا کا بندہ ہے اور اس کے جمال و جلال کا مظہر بھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مؤمن کا ہاتھ

رجب المرجب کا مبارک مہینہ تاریخ اسلام کی دو ایسی عظیم شخصیات کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے جن کے کردار کے حسن اور اثر آفرینی کو اقبال نے جابجا خراج عقیدت پیش کیا۔ اور یہی وہ دلآویز شخصیات ہیں جو جمال اور جلال کی جملہ خوبیوں سے مرکب ہیں اور اقبال کے تصور مرد مؤمن کی معراج بھی ہیں۔

ان دو عظیم شخصیات میں سے ایک علی اول یعنی مولائے متقیان، آدم الاولیاء شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور دوسری شخصیت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہیں ان کے اعلیٰ روحانی مرتبے کی بنا پر علی ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

تبرکاً علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معراج جلال و جمال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ فاتح خیبر و فاتح بدر و احزاب علی ابن ابی طالب کی شمشیر براں میں وہ کاٹ تھی اور بازوئے حیدر میں وہ زور تھا جس کا اظہار مولائے متقیان مرحب خیبری سے خطاب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔

انا الذی سمتنی امی حیدر
ضرغام اجام و لیث قسورۃ
الخ

ترجمہ۔

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔ میں جھاڑیوں کا شیر اور پھاڑنے والا درندہ ہوں۔ موٹے بازوؤں اور مضبوط گردن والا ہوں۔ جھاڑیوں کے شیر کی طرح مہیب صورت ہوں میں تلوار سے تم کو اس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیمانے سے ناپا جاتا ہے اور تم کو ایسی مار ماروں گا جو پیٹھ کی ہڈی کو جدا کر دے گی۔ اور اپنے مقابل کو میدان میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑوں گا اور تلوار سے کافروں کی گردنیں اڑا دوں گا، جیسے شریف قوی اور نوجوان گردن اڑاتے ہیں جو حق ترک کرے گا ذلت اٹھائے گا۔ میں ان میں سے سات یا دس کو قتل کروں گا اس لئے کہ وہ سب کے سب فاسق و فاجر ہیں۔

اب اس انسان کامل کی شخصیت کا جمالی پہلو بھی ملاحظہ کیجیے کہ جب عروج جنگ میں ایک کافر کو زیر کر لیتے ہیں اور اس کے سینے پر چڑھ کر ارادہ کرتے ہیں کہ ذوالفقار حیدری سے اس دشمن خدا کا کام تمام کر دیں کہ ناگہاں وہ زیاں کار علی ابن ابی طالب کے روئے مطہر پر تھوک دیتا ہے۔ مولا اسی حالت میں اس کے ناپاک سینے سے اتر جاتے ہیں اور شمشیر براں کو نیام کر لیتے ہیں۔ تاریخ انسانی علی ابن ابی طالبؑ کی شخصیت کے علاوہ جمال کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

علی کا جمال و جمال دراصل رب علی الاعلیٰ کے جمال و جلال کا پرتو تھا اور اس کا اظہار بھی اسی کی رضا کے لئے ہی ہوتا تھا یہی وہ رمز ہے جس کی تعلیم شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت علامہ محمد اقبال کو بھی دی ہے۔ چنانچہ جاوید نامہ میں شاہ ہمدانؒ زندہ رود یعنی اقبال کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بندہ کز خویشتن دارد خبر
آفریند منفعت را از ضرر

بزم با دیو است آدم را وبال
رزم با دیو است آدم را جمال

خویش را بر اہرمن باید زدن
تو ہمہ تیغ آں ہمہ سنگ فسن

(باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

وان وقع الحيض والجنون والاغماء وقد مضى من اول الوقت مقدار ادائها وجب القضاء ----------والافلا۔

ترجمہ۔ اگر ماہواری آجائے، دیوانگی طاری ہو جائے یا بیہوشی چھا جائے درآنحالیکہ وقت نماز کے آغاز سے نماز کی ادائیگی کی مقدار کا وقت گزر چکا ہو تو اس صورت میں قضا واجب ہو جاتی ہے ------------تو نماز صبح کی قضا واجب ہے ورنہ نہیں

وضاحت۔

مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کی مندرجہ بالا عبارتوں میں نماز کی چھوٹ کے اسباب کے آغاز کی ان صورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے نماز کی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ تمام صورتوں میں صرف ایک ہی نماز واجب ہو جائے گی۔ ٹھیک ہونے تک اگر کئی نمازوں کے اوقات گزر جائیں تو ان کی شرعاً مکمل چھوٹ ہے۔

تفصیل وضاحت۔

۱۔وجوب صبح کی صورت
۲۔وجوب ظہرین کی صورت
۳۔وجوب عشائین کی صورت

۱۔ چھوٹ کا کوئی بھی سبب پو پھٹنے کے بعد طاری ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ سبب طاری ہوتے وقت دو رکعت کی ادائیگی کی مقدار کا وقت گزر چکا ہے یا نہیں۔ اگر دو رکعت کی ادائیگی کی مقدار کا وقت گزر چکا ہو تو نماز صبح کی قضا واجب ہو جائے گی۔

[illegible] چھوٹ کا کوئی بھی سبب دن ڈھلتے وقت طاری ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ زوال کے آغاز سے آٹھ رکعتوں کی ادائیگی کی مقدار کا وقت گزر چکا ہے یا نہیں۔ اگر گزر چکا ہے تو ظہر اور عصر دونوں کی قضا واجب ہو جائے گی، اگر سبب طاری ہوتے وقت آغاز زوال سے صرف چار رکعتوں کی ادائیگی کی مقدار کا وقت گزر چکا ہو تو صرف نماز ظہر کی قضا واجب ہو جائے گی۔

۳۔ اگر چھوٹ کا کوئی سبب غروب آفتاب کے موقع پر طاری ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ سبب طاری ہوتے وقت غروب آفتاب کے آغاز سے سات رکعتوں کی ادائیگی کی مقدار کا وقت گزر گیا ہے یا نہیں۔ اگر اتنی مقدار کا وقت گزر چکا ہو تو مغرب اور عشاء دونوں کی قضا واجب ہو جائے گی۔ اگر غروب آفتاب کے آغاز سے صرف ایک رکعت کی ادائیگی کی مقدار کا وقفہ بھی نہ ہوا ہو تو کوئی قضا واجب نہیں ہو گی۔ چنانچہ دن ڈھلے سبب چھوٹ طاری ہوتے وقت زوال کے آغاز سے زیادہ سے زیادہ صرف تین رکعتوں کی ادائیگی کی مقدار کا وقفہ ہوا ہو تو اس سے ظہر کی قضا واجب نہیں ہو گی۔ غروب آفتاب سے سبب چھوٹ طاری ہونے تک کا زیادہ سے زیادہ وقفہ اگر دو رکعتوں کی ادائیگی کی مقدار کا ہوا ہو تو نماز مغرب کی کوئی قضا واجب نہیں ہو گی۔

(جاری ہے)

بقیہ قارئین کے خطوط

عرصہ دو سال سے نوائے صوفیہ کا شیدائی ہوں۔ کشمیر کے جنگلوں اور برفانی چوٹیوں پر برستی آگ کے درمیان دین حق کو سمجھنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔۔ اس رسالے کو ہر مذہب اور ملت کے اہل علم بھی ہم سے مانگ کر پڑھتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں۔

نائیک روزی محمد آزاد کشمیر

رسالہ نوائے صوفیہ سے اندھیروں کے خوگر لوگ روشنی سے فیض پا رہے ہیں۔ لداخ کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو میرا اسلام پہنچائیے۔

لانس نائیک یوسف علی کشمیر

(گزشتہ سے پیوستہ)

تصوف

احمد علی منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی لاہور

تصوف اسلامی کی تاریخ

دور اول

ابو القاسم قشیری نے اسلامی تصوف کی تاریخ کا خاکہ یوں پیش کیا ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں اختلافات پیدا ہو گئے اور جدا جدا مراتب پیدا ہو گئے۔ چنانچہ ان خاص قسم کے لوگوں کو جنہیں دینی امور کے ساتھ خاص لگاؤ تھا "زاہد" و "عابد" کہنے لگے پھر بدعتیں رونما ہونے لگیں۔ ہر فرقہ مدعی بن بیٹھا کہ ان میں زاہد پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت میں سے خاص لوگوں نے جنہوں نے اپنے انفاس کو اللہ کے لئے وقف کر دیا اور اپنے دلوں کو غفلت کے طاری ہونے سے محفوظ رکھا اپنے لئے ایک الگ نام "تصوف" رکھ لیا۔ ان بزرگوں کے لئے یہ نام دوسری صدی ہجری سے پہلے مشہور ہو چکا تھا۔" (رسالہ قشیریہ ص ۲۰، ۲۱)

امام قشیری کی اس تصریح سے ان امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ تصوف کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھی لیکن پہلے تصوف کو اصحاب صفہ کہتے تھے۔ دوسری صدی ہجری سے پہلے اس کو تصوف کے نام سے موسوم کیا گیا۔

۲۔ یہ مسلک ان بزرگوں نے اختیار کیا تھا جنہوں نے اپنے انفاس کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیا تھا اور اپنے دلوں کو غفلت کے طاری ہونے سے محفوظ رکھا۔ تاریخ اسلام کا ہر طالب علم اصحاب صفہ کے طریق زندگی سے آشنا ہے۔ یہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں دنیا کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تھا اور اقل قلیل پر قناعت اختیار کر لی تھی۔ دائرہ معارف الاسلام میں ذکر ہے کہ اہل صفہ کا گروہ مقدس ان انصار اور مہاجرین پر مشتمل تھا جو بالکل بے نوا تھے۔ یہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان تھے ان کے پاس نہ اہل و عیال تھے نہ مال و زر۔ زن و فرزند اور مال و زر کے بندھن میں انہوں نے اپنے تئیں پھنسنے ہی نہیں دیا۔ ان لوگوں کی یہ دنیا بیزاری اور اہل دنیا سے بے تعلقی دیکھئے کہ ان کے لئے مسجد نبوی کے نزدیک ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا۔ یہ ساری دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر یہیں کے مکین بن گئے تھے اور اپنا سارا وقت عبادت و ریاضت اور مجاہدہ نفس میں صرف کرنے لگے تھے انہوں نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور کوئی واسطہ نہیں رکھا۔ انہوں نے صرف روح کی طرف توجہ کی اور ماسوا کو یکسر فراموش کیا۔ (الحیات الروحیہ فی الاسلام ص ۴۴)

اصحاب صفہ جس انداز میں زندگی بسر کرتے تھے آنحضرت اسے بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ ان سے محبت فرماتے اور ان کی دل جوئی کرتے تھے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست پسند فرماتے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ اس برگزیدہ گروہ نے مسلمانوں کی حیات روحیہ پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ یہی اصحاب صفہ ہی اولین گروہ صوفیہ ہیں جنہوں نے انوار نبوت سے براہ راست فیض حاصل کر کے امت مسلمہ کی حیات روحیہ کو مستنیر کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں تصوف کے پہلے دور سے متعلق جن امور کی نشاندہی کی ہے اس میں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ اور آپ کے اصحاب کے زمانے میں چند نسلوں تک اہل کمال کی بیشتر توجہ زیادہ تر شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔ ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کی پابندی کے ذیل سے حاصل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ان بزرگوں کا احسان حاصل تصوف یہ تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے

ذکر اور تلاوت کرتے تھے، روزے رکھتے تھے صدقہ دیتے تھے اور زکوٰۃ دیتے تھے اور جہاد کرتے تھے۔ الغرض یہ بزرگ محض خدا کا حکم سمجھ کر شرعی احکام ادا کرتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان شرعی احکام کی بجا آوری سے ان کے باطنی تقاضوں کی تسکین بھی ہوتی تھی۔ (سمعات ص ۱۵)

ڈاکٹر خلیق احمد نظامی نے صوفیہ کے پہلے طبقہ کے رجحان کو تاریخی اصول اور ماحول کے تقاضوں کی روشنی میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

• بصرہ اور کوفہ جہاں اموی گورنروں نے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے تھے تصوف کے سب سے بڑے مرکز بنے اور یہیں سے یہ تحریک اسلامی دنیا کے اور حصوں میں پھیلی اس دور کے صوفیا کی خصوصیات یہ تھیں۔

۱۔ ان بزرگوں پر خشیت الٰہی کا بڑا غلبہ تھا اور اس بنا پر وہ توبہ پر بہت زور دیتے تھے۔ ان کی پوری زندگی توبہ و استغفار کی کیفیت ظاہر کرتی تھی۔ غوث السالکین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ نے بھی فقہ احوط میں قدم التوبہ علی الطہر فرما کر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اہل صوفیاء کے لئے بنیادی چیز توبہ ہے۔

۲۔ اس دور کے صوفیاء نے حکومت سے قطع نظر کر لیا تھا وہ سرکاری ملازمت اور خلفاء کی صحبت کو بری نظر سے دیکھتے تھے اور ہمت کے ساتھ ان پر تنقید کرتے تھے۔ (تاریخ مشائخ چشت ۴۳، ۴۲)

ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی نے بھی الحیات الروحیہ فی الاسلام میں تقریباً یہی نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

• مسلمان جب دنیا کی طرف جھکے تو ایک موثر جماعت ایسی بروئے کار آئی جس نے غنا پر فقر کو ترجیح دی اور ایک نیا معیار زندگی پیش کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو بہت کم کھاتے تھے بہت سادہ لباس پہنتے تھے۔ دنیا کی طرف کم راغب ہوتے تھے جو دنیا کے پیدا کرنے والے کی یاد میں مستغرق رہتے تھے جو دین کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کا مستقل نام زہاد عباد نساک یہیں سے پڑا۔ کچھ عرصہ بعد یہ چلے اور ماند پڑ گئے اور ایک جامع اور مانع نام صوفیہ رکھ دیا۔ (الحیات الروحیہ فی الاسلام ص ۳۰)

صوفیہ کے طرز حیات اور طور زندگی سے متعلق جو حقائق و شواہد پیش کئے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیہ نے تاریخ کے ہر دور میں ایک مسلمان کی زندگی کے تمام محاسن اخلاق کی ترجمانی کی ہے۔ تصوف اور صوفیاء سے اختلاف رکھنے والے حیات و کائنات کے اس حکیمانہ نکتہ پر غور نہیں کرتے کہ کائنات کی ہر شے جس میں انسان بھی شامل ہے اپنی فطری صلاحیت اور جبلی شاکلہ کی حدود ہی میں وظیفہ حیات ادا کرتی ہے قرآن حکیم نے اس اصول اور حقیقت پر قل کل یعمل علی شاکلتہ کی مہر ثبت کر دی ہے۔ اپنے مخصوص مسلک اور طرز احساس کے باوصف صوفیہ اس اصول صداقت سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ انہوں نے تمام عرصہ حیات خانقاہوں اور صحراؤں میں طے نہیں کیا بلکہ تمام انسانوں کی طرح انہوں نے جبلی شاکلہ کے مطابق عملی زندگی بسر کی ہے۔ ان میں وہ بزرگ بھی تھے جو تجرید و تفرید پر عمل پیرا تھے اور وہ بھی تھے جنہوں نے اہل و عیال کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھا۔ ان میں متوکل بھی تھے اور وہ بھی تھے جو ضروریات زندگی کے لئے کسب کرتے تھے جیسے سری سقطی تجارت کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ صوفیاء نے تقاضائے وقت کے مطابق جہاد بالسیف سے بھی دریغ نہیں کیا۔

ڈاکٹر خلیق احمد نظامی اسلام کی حیات روحیہ میں صوفیہ کے کردار کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

• جب تاریخ کا کوئی طالب علم اسلام کا بحیثیت ایک مذہبی تحریک کے مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو حضور سرور کائنات اور خلفاء راشدین کے بعد انہی بزرگوں کی حیات طیبہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح یہ بزرگ اسلام کی دینی تاریخ کا جزو لاینفک بن گئے۔ ان کی زندگیوں کو غیر اسلامی قرار دے کر اگر نظر انداز کیا جائے تو نہ صرف اسلام کی مذہبی تاریخ میں ایک خلا پیدا ہو جائے گا بلکہ اسلام کے دینی نشوونما کا صحیح مطالعہ ہی ناممکن ہو جائے گا۔ تکمیل اخلاق جو بعثت نبوی کا اہم مقصد تھا ہمیشہ ان بزرگوں کا مطمح نظر رہا۔ اس کا ماحصل یہ کہ تصوف کی اصل مناب و سالقتاب، صحابہ و ائمہ کرام اور تابعین کے عہد میں موجود تھی اور اس اصل و اساس پر دور مابعد کے صوفیہ نے مسلک کو برقرار رکھا اور اس کی حفاظت کی۔ (تاریخ مشائخ چشت ص ۷۷) باب اول صفحہ نمبر

(گزشتہ سے پیوستہ)

شیخ ابو نجیب سہروردی

غلام حسین نور بخش ایم۔اے

حضرت خضرؑ سے ملاقات

حضرت خضر ایک مافوق الفطرت اوصاف کے مالک خدا کے بندے ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ کے ساتھ آپ کی ملاقات کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے آپ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ حضرت شیخ ابو نجیب کو بھی یہ سعادت حاصل تھی، جسے آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی یوں نقل کرتے ہیں۔

(شیخ شہاب الدین سہروردی بہاؤالدین ذکریا سے بیان کرتے ہیں کہ) ایک دفعہ میں شیخ ابو نجیب سہروردی کے پاس تھا آپ نے مجھے خلوت خانے کے دروازے پر تعین فرمایا۔ رات کو ایک سفید ریش بزرگ آئے صاف ستھرا، پاکیزہ اور خوشبودار لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اے شہاب الدین اندر جاؤ اور شیخ الاسلام ابو نجیب کو میرا سلام عرض کرو اور کہو کہ مہتر خضر آپ سے ملنے آیا ہے۔ شیخ شہاب الدین کہتے ہیں کہ میں اندر گیا اور شیخ کو سلام عرض کیا مگر شیخ نے کوئی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور حضرت خضر واپس چلے گئے اور مجھے ہدایت کی کہ ہمارا اسلام باعزاز واکرام شیخ ابو نجیب کو پہنچائیں اور یہ بھی کہیں کہ مہتر خضر آپ سے ملنے کی تمنا لے کر آیا تھا چلا گیا ہے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے کوئی توجہ نہیں دی۔ آپ نے جواب دیا کہ اے پسر این نشاید کہ کسی در ملاقات و مشاہدہ خداوند مالک الملک باشد و روی گرداندہ توجہ بہ بندہ کند و بآں مملوک در سخن آید این نشاید۔ مردم ہرچند مقدار کہ در صحبت مخلوق است بہماں قدر از خالق دور است اے بیٹے۔ یہ مناسب نہیں کہ کوئی مشاہدہ حق میں مشغول ہو وہ حق تعالیٰ سے منہ موڑ کو بندے کی طرف متوجہ ہو جائے اور مالک کی بجائے مملوک سے گفتگو کرے۔ آدمی جس قدر صحبت مخلوق میں مشغول رہتا ہے اسی قدر وہ حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔

(خلاصۃ العارفین ص ۲۳۳-۲۳۴)

کشف و کرامات

جب آدمی ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے اور خالق حقیقی سے لو لگاتا ہے تو اس کے جسم کا ہر ہر عضو عشق و محبت خداوندی سے سرشار ہو جاتا ہے اور ان میں غیر معمولی طاقت آجاتی ہے، جسے خدا کی طاقت کہتے ہیں۔ جب کسی میں یہ طاقت پیدا ہو تو ایسے شخص سے کرامات و معجزات صادر ہونے لگتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ بھی صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے بعض کرامات اور خارق عادت واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

امام یافعی اپنی تاریخ مراۃ الجنان میں ایک مرید کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ ابو نجیب کے ساتھ بازار گیا ایک قصاب کی دکان پر ایک بکری کا گوشت کاٹا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بکری کہتی ہے کہ میں مردار ہوں حلال نہیں ہوں قصائی یہ سن کر بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد تصدیق کی اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لی۔ (نفحات الانس ص ۴۱۴)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ سخت بیمار تھے۔ بخار کی وجہ سے گھر میں پڑا ہوا تھا اور جی چاہتا تھا کہ پسینہ آجائے مگر پسینہ نہ آیا۔ اتنے میں حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کمرے میں داخل ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری سے میں اس قدر مرعوب ہوا کہ سارا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ آپ کی تشریف آوری کی برکت سے میں شفایاب ہوا۔ (عوارف المعارف ص ۳۱)

سفارتی خدمات

سعادت مند حکام و سلاطین علماء و فضلاء سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان سے نہ صرف فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے اپنے اثر و رسوخ کا دائرہ بھی وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ ابو نجیب سہروردی سے متعلق مشہور ہے کہ اسلامی ممالک کے امراء اور حکام آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ ۵۵۷ھ میں بیت المقدس کی زیارت کے لئے آپ شام روانہ ہوئے۔ جب آپ دمشق تشریف لائے تو ملک عادل نور الدین محمود زنگی نے آپ کا بے حد احترام کیا اور کچھ دنوں کے لئے آپ کو دمشق ٹھہرایا۔ چونکہ ان دنوں صلیبی جنگیں ہو رہی تھیں، اس لئے آپ بیت المقدس کی زیارت نہ کر سکے اور دمشق میں کچھ عرصہ علم حدیث کا درس دے کر بغداد واپس آئے (بحوالہ مقدمہ عوارف المعارف ص ۱۱)

غالباً یہ نظامیہ بغداد سے آپ کی وابستگی کے زمانے کا واقعہ ہے جس سے آپ کی قدر و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اساتذہ اور نامور شاگرد

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی بہت بڑے عالم دین شیخ طریقت، مرشد کامل اور بلند پایہ مصنف تھے۔ زمانے کے مشہور اساتذہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ نظامیہ بغداد کے اساتذہ کرام سے علوم مروجہ میں دستگاہ حاصل کی تھی۔ آپ کے اساتذہ میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابو علی بن بنہان، زاہر بن طاہر، قاضی ابو بکر انصاری، ابو المنصور القری، ابو طالب حسین زینی، ابو الفتح عبد الملک ہروی، ابو محمد روزبہان البقلی، ابو طاہر احمد بن سلفۃ اصفہانی، احمد غزالی

آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں بعض یہ ہیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی، جو آپ کے بھتیجے، شاگرد اور خلیفہ تھے۔ شیخ عماریاسر بدلیسی۔ شیخ شہاب الدین سے سلسلہ سہروردیہ چلا جو اب بھی برصغیر میں متداول ہے۔ جب کہ شیخ عماریاسر بدلیسی سے آگے چل کر سلسلہ کبرویہ چلا۔

شیخ کبیر روزبہان مصری۔ جو ایران سے تعلق رکھتے تھے مگر مستقل سکونت مصر میں اختیار کر لی تھی۔ روزبہان کے نام سے دو شخصیتیں مشہور ہیں۔ دوسری شخصیت بہان شیرازی بقلی کی ہے جو شطح گوئی کی وجہ سے شیخ شطاح کہلاتے ہیں۔ اول الذکر آپ کے شاگرد اور مرید تھے جبکہ ثانی الذکر سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔

تصنیف و تالیف

آپ نے بہترین تعلیم حاصل کی تھی۔ نظامیہ بغداد جیسے تعلیمی ادارے کے فیض یافتہ تھے اور طویل عرصہ تک وہاں درس دینے اور وعظ کہنے کا تجربہ بھی تھا۔ آپ امام احمد غزالی جیسے مربی کے تربیت یافتہ تھے۔ چنانچہ آپ نے کئی کتابیں لکھیں جو استداد زمانہ کے ہاتھوں تلف ہو گئیں۔ صرف آداب المریدین آج دستیاب ہے جو طریقت و معرفت کا خزانہ اور علم و حکمت کا گنجینہ ہے۔ اس کتاب کے بارے میں محمد عبد الباسط کا کہنا ہے کہ یہ کتاب اس زمانے کے صوفیائے کرام کے اعتقادات اور معاشرت اور سلوک اور اس کے آداب کا مرقع ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں تصوف کا کیا مفہوم تھا اور صوفیہ کا طریق عمل کیا تھا اور مختلف طبقات کے ساتھ ان کا سلوک کس طرح کا تھا۔ راہ طریقت کو اختیار کرنے اور اس پر چلنے والوں کے لئے یہ کتاب دستور العمل ہی ہے۔
(مقدمہ آداب المریدین)

یہ کتاب حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی نے عربی میں لکھی۔ کسی نے اس کا فارسی میں سلیس ترجمہ کیا ہے۔ عربی متن اور فارسی ترجمہ مشہور افغانی محقق نجیب مائل ہروی نے تحقیق و تصحیح کے بعد شائع کیا ہے۔ ہندوستان کے مشہور بزرگ خواجہ سید محمد گیسو دراز نے اس کا فارسی ترجمہ کیا اور اس کی فارسی و عربی میں الگ الگ شرحیں لکھیں۔ خواجہ صاحب کا فارسی ترجمہ مولوی عطا حسین صاحب نے ہندوستان سے شائع کیا ہے۔

اس کتاب کو محمد عبد الباسط نے اردو زبان میں منتقل کیا۔ پہلے ہندوستان سے شائع ہوا اور ۱۳۹۳ھ میں لاہور سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔

این۔وائی۔ایف کا مشترکہ اجلاس

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو اور گانچھے کا ایک مشترکہ اجلاس ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے این وائی ایف گانچھے کے صدر نے کہا کہ ہماری جدوجہد ایک ہے اور ہمیں اپنے تمام یونٹوں سے رابطہ رکھنا چاہیے اگر ہم این۔وائی۔ایف کے اغراض و مقاصد پر حقیقی معنوں میں عمل پیرا ہوں تو ہمارا دین اور ہماری معیشت دونوں چیزیں مستحکم ہو سکتی ہیں۔ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ طلباء کے لئے وسیع بنیادوں پر رہنمائی فراہم کریں۔ انہوں نے کہا کہ این وائی ایف سکردو میں ایک کوچنگ سنٹر کا اہتمام کر رہا ہے جس میں درس فقہ کا اہتمام بھی ہو گا۔

محمد شمیم سکریٹری نشرواشاعت

عنوان کی درستگی کا مخلصانہ مشورہ

محترم سید حسین عارف نقوی نے اپنی نو تالیف کتاب "تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان شمالی علاقہ جات" کے صفحہ ۱۹۳ سے صفحہ ۲۳۲ پر مشتمل شمالی علاقہ جات کے کئی نوربخشی علمائے کرام کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔مؤلف محترم نے اس کے لئے علمائے امامیہ نوربخشیہ کا عنوان قائم کر دیا ہے۔حالانکہ علمائے امامیہ نوربخشیہ کا حقیقتاً کوئی وجود نہیں ہے۔لہذا بہتر یہ تھا کہ اگر مؤلف موصوف کو علمائے نوربخشیہ کا ذکر ضرور کرنا تھا تو وہ علمائے صوفیہ نوربخشیہ کا عنوان قائم کرتے۔

علمائے اہل صوفیہ نوربخشیہ کی طرف سے محترم سید حسین عارف صاحب سے احتجاجاً مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں یا تو علمائے نوربخشیہ کا تذکرہ ہی چھوڑ دیں یا ان کے لئے علمائے صوفیہ نوربخشیہ کا عنوان قائم کریں اور ساتھ ہی ساتھ اہل صوفیہ نوربخشیہ سے عموماً اور کتاب میں مذکور علمائے نوربخشیہ سے خصوصاً معذرت خواہی کا اظہار فرمائیں۔

ابوالعرفان محمد بشیر

شاہ ہمدان ایسوسی ایشن کے انتخابات

پی۔آئی۔) ۳۰ نومبر ۱۹۹۶ کو بین الاقوامی
راولپنڈی۔(پی
شاہ ہمدان ایسوسی ایشن کا اجلاس ہوا جس میں تنظیم کے نئے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔نو منتخب عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

صدر۔ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی
نائب صدر۔ڈاکٹر غضنفر مہدی
خواجہ غلام دین وانی
جنرل سکریٹری۔میر عبدالعزیز
آرگنائزیشن سکریٹری۔محمد اقبال وانی
پبلسٹی سکریٹری۔سید مزمل حسین
پبلکیشن سکریٹری۔سید محمد جاوید
سکریٹری فنانس۔خواجہ محمد امین گانی

اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ شاہ ہمدان کانفرنس کا انعقاد ۱۹۹۷ء میں ایران میں کیا جائے گا۔

نوربخشی لیگل کمیٹی کا اجلاس

لیگل کمیٹی نوربخشیہ کراچی کا ایک اجلاس کمیٹی کے چیئرمین کرنل ریٹائرڈ غلام حیدر کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں کراچی میں موجود بلتستان کی مختلف نوربخشی تنظیموں کے عہدیداروں اور عوام نے شرکت کی۔شرکائے اجلاس نے متفقہ طور پر لیگل کمیٹی کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے ملت نوربخشیہ میں گروہ بندی کے رجحانات کی مذمت کی اور اس امر پر زور دیا کہ پیغمبر آخر زمان، ائمہ طاہرین اور مسلک حقہ کے اسلاف کی تعلیمات کے مطابق اتفاق و اتحاد کو فروغ دیا جائے۔اجلاس میں لیگل کمیٹی کے ڈپٹی سکریٹری محمد حسن دلشاد کے بھائی اور رضا علی بگتی خپلو کے والد اور حاجی رضا علی مرحوم کے انتقال پر اظہار تعزیت اور فاتحہ خوانی بھی ہوئی۔

غلام محمد خان سکریٹری

(گزشتہ سے پیوستہ)

فضائل اہل بیت

شکور علی انور فاضل عربی، بی۔اے، بی۔ایڈ

آل اسم مشتق ہے

بعض (نحویوں) کے نزدیک آل اصل وضع میں اہل تھا۔ ہا ہمزہ سے بدل گیا ہے جیسے کہ ھیہات اور لہات میں ہا ہمزہ سے بدلا ہے۔ پھر توالی ہمزتین (دو ہمزوں کا جمع ہونا) کی وجہ سے ایک ہمزہ الف سے بدل گیا اسی لئے اس کی تصغیر اھیل مستعمل ہے امام نحو کسائی کے نزدیک اس کی تصغیر اویل بھی آتی ہے۔ (ارجح المطالب ص ۲۹۷)

"آل" کا اطلاق

امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے کسی نے دریافت کیا کہ بعض لوگ مسلمانوں کو آل النبی میں داخل سمجھتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صحیح بھی ہے غلط بھی۔ غلط تو اس لئے ہے کہ تمام امت آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل نہیں اور صحیح اس لئے ہے کہ وہ شریعت میں کماحقہ پابند ہو جائیں (متقی بن جائیں) تو انہیں آل النبیؐ کہا جاتا ہے۔ (مفردات)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ابن خالویہ کی کتاب الال کے حوالہ لکھا ہے کہ آل کے مفہوم میں پچیس اصناف کو شامل کیا ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۷۶)

امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں کہ آل اہل سے تو بنا ہے لیکن آل کی اضافت اعلام ناطقین کے ساتھ مخصوص ہے اور اسماء نکرہ اور زمانہ اور مواضع کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ برخلاف لفظ اہل کے سو چنانچہ کلام عرب میں آل زید عبر مستعمل ہے نہ کہ آل رجل۔ اسی طرح سے آل موضع و آل قریہ اور آل زمانہ بھی مستعمل نہیں۔ بجائے اس کے اہل رجل، اہل موضع، آل قریہ اور اہل بلاد وغیرہ کلام عرب میں شائع وذائع ہے۔

ابن عرفہ کہتے ہیں کہ آل سے وہ قریبی رشتہ دار مراد ہیں جو کسی شخص کی طرف قرابت میں رجوع کریں اور یہ ماخوذ ہے لفظ اول سے کہ اس کے معنی رجوع کے ہیں۔

ابن ورید صمیرہ میں لکھتا ہے کہ آل سے مراد قریبی رشتہ دار ہیں۔ (ارجح المطالب)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مفردات کے حوالے سے لکھا ہے کہ چونکہ اہل کی ایک شکل آل بھی ہے۔ اس لئے عموماً اہل بیت کی تشریح میں آل کے مختلف معانی کی تصریح لازمی ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ بعض لوگ آل النبی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقارب مراد لیتے ہیں اور بعض کے نزدیک ان سے وہ اہل علم مراد ہیں جن سے آپ کو خصوصی تعلق ہے۔ راغب کے نزدیک اہل دین کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو علم و عمل کے لحاظ سے راسخ العقیدہ ہوتے ہیں، ان کے لئے آل النبی اور امۃ دونوں لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کا علم سرتاسر تقلیدی ہوتا ہے۔ انہیں امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جا سکتا ہے لیکن آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہہ سکتے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ بحوالہ مفردات)

یعنی تمام امت پر آل کا اطلاق نہیں ہوتا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل آل آپ کی امت ہے اور کل امت آل نہیں ہے۔ (ارجح المطالب ص ۲۹۸)

آل کی قسمیں اور روحانی نسبت

حضرت غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے آل کو دو صورتوں میں پیش کیا ہے۔

۱) حقیقی ۲) مجازی

یعنی انسان کو فضیلت حاصل ہونے کی دو وجوہات ہیں۔ یا وہ حقیقت کے اعتبار سے اشرف اور فضیلت یافتہ ہے یا اس کی فضیلت مجازی طور پر ہے۔ انسان کو ایک دوسرے پر فضیلت

دینے کے ضمن میں برہمنیت کا تصور یقیناً مذموم ہے لیکن حضرت سید موصوف نے کئی مقامات پر انسانی شرافت اور فضیلت اور ان کی بنا پر انسانوں کی درجہ بندی کا خصوصی خیال رکھا ہے اور یہ مثالی فقاہت ہے ۔ چنانچہ آپ کی مشہور تالیف الفقہ الاحوط میں امامت مجازی کی شرائط کی ذیل میں درجہ بندی کا خیال رکھا گیا ہے ۔ آپ لکھتے ہیں ۔ و من کل منهم اکملهم فضیلۃ فالنسبهم قبیلۃ ------- اور ان میں ہر ایک فضیلت کے اعتبار سے کامل ہو اور قبیلہ کے اعتبار سے بھی بلند نسب والا ہو اور یہ شرط آخری اور ثانوی حیثیت کی حامل ہے کیونکہ اس شرط سے پہلے چند دیگر شرائط اور درجات کا ہونا ضروری ہے ۔ حضرت میر مختار اخیار نے شرح الفقہ الاحوط میں مذکورہ عبارت کی یوں تصریح فرمائی ہے ۔ اگر ہمہ در فضیلت برابر باشد پس ہر کہ از آنہا اصیل ترنجیب تر باشد از روئے قبیلہ یعنی منسوب باشد بہ بزرگان و اکابر دین ۔ (سراج الاسلام ص ۱۳۸) اگر سب لوگ فضیلت کے لحاظ سے ہم پلہ ہوں تو ان میں سب سے زیادہ اصیل اور نجیب خاندان یعنی بزرگان و اکابرین دین کی طرف (روحانی) نسبت رکھنے والا افضل شمار کیا جائے گا۔

اولاد ظاہری و جسمانی

دوسری جگہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے نسبت مجازی کو بقدر تخصیص شمار کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں ۔ و لابد فی کل منهما من امام ذکر حر بالغ عاقل مسلم عادل عالم شجاع سخی تقی قریشی بل ہاشمی بل علوی بل فاطمی فلجهاد الاصغر لکفی ہذا القدر فی صفات الامام ۔ (الفقہ الاحوط باب الجہاد ص ۱۹۵) اور ان دونوں میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے جو مرد ہو آزاد ہو عقلمند ہو مسلمان ہو عدل والا ہو عالم ہو شجاعت والا ہو سخاوت والا ہو متقی ہو قریشی ہو بلکہ ہاشمی ہو علوی اور فاطمی ہو ۔ جہاد اصغر کے امام کے لئے یہی اوصاف کافی ہیں ۔

اولاد روحانی و باطنی

لیکن غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے جہاد اکبر کے ارباب قیادت کے اوصاف اور شرائط کی طویل فہرست متعین کرنے کے بعد روحانی اور قلبی تعلق کا ترجیحاً تذکرہ فرمایا ہے ۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں ۔ ولو کان ذالک الامام امیا ولم یکن قریشیا او ہاشمیا او علویا لا باس بہ لان نسبتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باطنیۃ وهو ولدہ من نطفۃ القلبیۃ و الحقیقۃ لا الصلبیۃ و ماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کل تقی آلی ، اشارۃ الی ہذہ التقی ۔ (الفقہ الاحوط باب الجہاد ص ۱۹۷)

صاحب سراج الاسلام حضرت میر مختار اخیار سادات موسوی کے چشم و چراغ اور سلسلہ ذہبیہ صوفیہ نوربخشیہ کے پیران پیر کی پینتسویں کڑی ہیں ان عبارات کا ترجمہ یوں کرتے ہیں ۔ (ترجمہ) : اگر ایسا امام امی ہو اور قریشی ، ہاشمی یا علوی وغیرہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نسبت باطنی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلبی نطفے سے نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں دل کے نطفے سے جنا ہوا فرزند ہے ۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان کہ ہر پرہیزگار میری آل میں داخل ہے اسی پرہیزگاری کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔

چنانچہ خلاق عالم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے فمن تبعنی فانہ منی ۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) جس نے میری اتباع کی وہ مجھ سے ہے ۔ اس کا مطلب یہ کہ متقی ہر حال میں آپ کی معنوی اولاد ہوں گے اور آپ کی تابعداری سے نکلنے والے اور حق کی راہ چھوڑنے والے کبھی آپ کی آل میں شامل نہیں ہو سکتے ۔

ہم یہ بتا چکے ہیں کہ آل اور اہل بیت معنی میں متحد ہیں لیکن قرآن مجید میں بعض مقامات پر آل کل امت ، گروہ یا پیروکاروں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے چنانچہ کتاب مبین میں چودہ مقامات پر آل فرعون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ان میں سے کسی جگہ بھی آل سے مراد محض فرعون کے اہل خاندان نہیں ہیں بلکہ وہ سب لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اس کے ساتھی تھے ۔ حضرت غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے بھی ہر متقی کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا ہے ۔ اس حقیقت کی روشنی میں ہمیں تصدیق کرنا پڑتی ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے ہر وہ شخص خارج ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر نہ ہو، خواہ وہ خاندان رسالت ہی کا ایک فرد ہو اور اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہو خواہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے متعلق فرمایا السلمان منا اہل بیت (مرصاد العباد ص ۳۶۸، بستان السیاحہ) سلمان میری اہل بیت سے ہے۔

ہاں وہ لوگ جو آپؐ سے نسبی تعلق بھی رکھتے ہوں اور صحیح معنوں میں پیروکار بھی ہوں تو وہ لوگ بدرجہ اتم خاندان رسالت کے افراد ہیں اور صحیح معنوں میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

اسلامی تعلیمات اور تہذیب وثقافت میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی قدر ومنزلت ہے تمام مسلمانوں کو بلا تفریق ان کی قدر کرنی چاہئے کیونکہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من وجہ نسبت ہے۔ ہر وہ چیز جس کی نسبت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو قابل احترام ہو جاتی ہے۔ جس امت کی نسبت آپ سے ہے وہ امت مرحومہ کہلاتی ہے اور اس امت کے لوگ آپ کے نعلین مبارک کو بھی اپنے سر کا تاج بنانا باعث صد افتخار سمجھتے ہیں اور جس شہر اور گلی کی سرزمین کی نسبت آقائے دوجہاں کی طرف ہو اس کی مٹی کو اپنی آنکھوں کا سرمہ جانتے ہیں جیسا کہ حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے

خیرہ نہ کر سکی مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

ماخذ کتب کی فہرست

۱۔ سورۃ آل عمران
۲۔ احباب الاخیار شرح مشکوٰۃ
۳۔ ترجمہ زاد التقویٰ
۴۔ زبدۃ المناقب
۵۔ کنز الاعمال
۶۔ ارجح المطالب
۷۔ ینابیع المودت
۸۔ کوکب دری
۹۔ مودت القربیٰ
۱۰۔ صواعق محرقہ
۱۱۔ تفہیم القرآن
۱۲۔ دعوات صوفیہ
۱۳۔ تفسیر قادری
۱۴۔ مجمع البحرین
۱۵۔ لسان العرب
۱۶۔ مفردات امام راغب
۱۷۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ
۱۸۔ الفقہ الاحوط
۱۹۔ سراج الاسلام شرح الفقہ الاحوط
۲۰۔ تفسیر سورۃ الاحزاب
۲۱۔ مرصاد العباد

حقوق العباد

اسلام میں حقوق انسانی کی مختلف صورتوں کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ اہم ترین حق والدین کا ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ و بالوالدین احسانا۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اساتذہ کرام بھی روحانی باپ کا درجہ رکھتے ہیں اور اسی طرح کے حقوق رکھتے ہیں۔ اولاد کے حقوق کے بارے میں بھی بہت سی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان کی اچھی تعلیم و تربیت سے عہدہ برا ہونا والدین کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں قرآن پاک اور احادیث نبوی دونوں میں بہت بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر سو جائے اور اس کا پڑوسی بھوکا پیاسا رہے۔ قرآن مجید نے ہمارے مال و دولت میں ان کا بھی حصہ رکھا ہے جو نادار اور مفلس ہیں اسی طرح جو بیمار کی عیادت کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔

صرف اہل اسلام ہی نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت بلکہ جملہ مخلوقات خدا کا کنبہ ہیں اور ان سب کے حقوق سے بطریق احسن عہدہ برا ہونا خالق حقیقی کی خوشنودی کے لئے ضروری ہے اور ہر مرحلہ حیات میں کامیابی کی شرط اولین بھی۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان حقوق کو سمجھنے اور ان کی کماحقہ ادائگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کشمیر اور میر سید علی ہمدانی

عبدالقادر کبروی ہزاری ہزار رعناواری سری نگر انڈیا

ساتویں صدی ہجری کے اختتام پر جب وسطی ایشیا سے اسلام پھیلتا پھیلتا کشمیر کے شمال مغربی سرحدوں تک پہنچ گیا تو اس سے کشمیر میں مسلمانوں کو داخل ہونے کا راستہ حاصل ہوا کشمیر میں ہندو زمانہ کے آخری راجہ سہہ دیو کے عہد میں حضرت سید شرف الدین بلبل شاہ وسطی ایشیا سے آکر اسی راستہ یعنی شمال مغربی راستے سے کشمیر میں داخل ہوئے۔ اور اسی عہد میں شاہ میر بھی اسی راستے سے سوات سے آکر وارد کشمیر ہوا۔

تواریخ کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ مل جاتا ہے کہ اسی عہد کے قریب وسطی ایشیا کے مختلف علاقوں سے لوگ آکر کشمیر میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ کشمیر کے شمال مغربی راستہ سے ہی آٹھویں صدی ہجری کے پہلے عشرہ میں ذوالچو تاتاری بھی کشمیر میں وارد ہوا۔ یہاں آخری ہندو راجہ اس کے خوف سے رعایا کو خونخوار حملہ آور ذوالچو تاتاری کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کشتواڑ بھاگ گیا۔ ذوالچو تاتاری نے قتل و غارت کر کے یہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کر دیا۔ ذوالچو کے جانے کے بعد کشمیر کا راجہ رینچن شاہ ہوا۔ یہ بدھ مت کا پیروکار تھا۔ اس نے ہندو عورت سے شادی کی تھی۔ ان دونوں میاں بیوی میں اکثر مذہب کے آپسی اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔ رینچن شاہ کے ذہن میں تجسس اور بیداری تھی، وہ پڑھے لکھے لوگوں اور ہندو اور بودھ پروہتوں کی صحبتوں کو پسند کرتا تھا۔ اور مختلف مذاہب کے پیروؤں سے مذہب کے متعلق طرح طرح کے سوال کرتا تھا۔ وہ اکثر ان سے مناظرہ بھی کرتا تھا۔ لیکن یہ مناظرے اس کی روحانی تشنگی کو بجھا نہ سکتے۔ بدھ مت جو اس کا پیدائشی مذہب تھا، خارجی عناصر کے امتزاج کی وجہ سے اس کے لئے وجہ تشفی نہ ہو سکا۔ ہندو دھرم ذات پات کی بندشوں کی وجہ سے اس کو پسند خاطر نہ تھا۔ رینچن شاہ تلاش حق میں رہتا تھا۔ آخر اس روحانی اضطراب کے عالم میں اس کی ملاقات سید شرف الدین بلبل شاہ سے ہوئی جو ان ہی دنوں وسطی ایشیاء سے آکر شمال مغرب کے راستے سے کشمیر میں داخل ہوئے تھے۔ بلبل شاہ صاحب سلسلہ سہروردیہ میں منسلک تھے۔ رینچن شاہ جناب بلبل شاہ صاحب کے اثر سے دائرہ اسلام میں آیا۔ ان کے پیر و مرشد نے اسلام لانے کے بعد ان کا نام صدر الدین رکھا۔ اس طرح اسلام کو کشمیر میں شاہی سرپرستی حاصل ہوئی۔ نتیجہ کے طور پر کشمیر میں ہر طرف اسلام پھیلنے لگا۔ رینچن شاہ کے اسلام قبول کرنے سے اس کے امراء اور اراکین سلطنت نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ رینچن شاہ پہلے بدھ مذہب کا پیروکار تھا، اس کے قبول کرنے سے دیگر بودھوں نے بھی اکثر اسلام قبول کر لیا۔

رینچن شاہ کا انتقال ۱۳۲۳ء میں ہوا۔ ان کی وفات کی وجہ سے اسلام کے پھیلنے کی رفتار میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی۔ نتیجہ کے طور پر اس کی رفتار مدھم پڑ گئی۔ کیونکہ رینچن شاہ کے بعد جیسا کہ تواریخ میں درج ہے کہ کشمیر کا راجہ اودیان دیو ہوا۔ اس طرح کشمیر پھر ہندو بادشاہ کے قبضہ میں آیا۔ رفتہ رفتہ کشمیر میں مبلغ اسلام کی عدم موجودگی سے اسلام برائے نام رہ گیا تھا۔ یہاں کے لوگوں میں احساس کمتری پیدا ہونے لگی۔ لوگ اسلامی شرع سے بے خبر ہوتے جا رہے تھے اور اسلامی شرع و قوانین کی کچھ واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک جب شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ رینچن شاہ کے انتقال کے تقریباً ساٹھ برس بعد وارد کشمیر ہوئے تو اس وقت کشمیر کا بادشاہ سلطان قطب الدین تھا، جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلامی شرع و قوانین سے اتنا بے خبر تھا کہ اس نے بیک وقت دو سگی بہنوں سے نکاح کر رکھا تھا۔ حضرت میر سید علی ہمدانی کے نصیحت آموز اثر سے سلطان نے ایک بیوی کو طلاق دی اور سلطان قطب الدین شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت سے آپ کا مرید بن گیا۔ سلطان قطب الدین شاعر تھا، اس نے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف میں ایک منقبت لکھی ہے۔

غرض اس وقت کشمیر میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ

اگرچہ وہ بظاہر مسلمان تھے، تاہم وہ مشرکانہ رسم و رواج پر عمل پیرا تھے۔ جب شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر میں مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے خود اور ان کے ساتھ آئے ہوئے سادات کرام نے کشمیریوں کو تبلیغ اسلام کرنا شروع کیا، جس کی بدولت اسلام کافی حد تک کشمیر میں پھیل گیا۔ اور رفتہ رفتہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مؤثر تبلیغ سے ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشمیر میں اسلام کی مشعل کو مزید روشن کرنے کے لئے اپنے ساتھ لائے ہوئے بہت سارے سادات کرام کو تبلیغ دین کی غرض سے یہاں رہنے کی اجازت دی اور حضرات سادات کرام نے آخری دم تک کشمیر میں تبلیغی مشن کو جاری رکھا اور اس غرض کے حصول کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ یہاں تک کہ کشمیر کے ہر گوشے میں اسلام کی مشعل جگمگا اٹھی۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی مشن کے ان بابرکت سادات کرام میں جناب پیر محمد بلخی، جناب سید جمال الدین، جناب سید کمال الدین، جناب میر سید رکن الدین جناب سید فخر الدین، جناب سید عبداللہ، جناب سید خلیل، جناب سید نور الدین، جناب سید محمد حصاری، جناب سید تاج الدین، جناب سید حیدر، جناب سید حسین سمنانی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ طریقہ کبرویہ کے اہم ترین شارح اور مبلغ تھے۔ کشمیر میں انہوں نے ہی طریقہ کبرویہ سے لوگوں کو آشنا کیا۔ اس کی بنیاد دس چیزوں پر ہے۔

۱۔ توبہ ۲۔ زہد ۳۔ قناعت ۴۔ عزلت ۵۔ ذکر ۶۔ توجہ ۷۔ صبر ۸۔ توکل ۹۔ رضا ۱۰۔ ظاہر

یہ وہ مقامات ہیں جو سخت ریاضت کے محتاج ہیں۔ حضرت امیر کبیر نے ان دس قواعد کو اپنی عملی زندگی میں اس طرح سے جذب کیا تھا کہ انبیاء کے وارث ہوئے۔ اس کے لئے انہیں کافی ریاضات و مجاہدات سے گزرنا پڑا۔ سلاطین ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے تھے اور زہد کی وجہ سے دنیاوی مناصب سے بے نیاز رہے۔ امراء و حکام وقت اپنا سارا مال و جاہ ان کے قدموں پر فدا کرنا چاہتے تھے، مگر قناعت کی برکت سے انہوں نے اپنا ذریعہ معاش کلاہ دوزی پر رکھا تھا۔ صبر کی بدولت ضبط نفس اور قوت برداشت اس حد تک حاصل تھا کہ مہینوں بلا خورد و نوش رہے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے نفس کی آزمائش کی۔ روم میں سخت سردی کے موسم میں جب کہ پانی ہر طرف منجمد ہوا تھا۔ صبح سویرے اٹھ کر یخ بستہ پانی کو توڑ کر چالیس دن تک غسل کرتے رہے۔ لباس کی یہ حالت تھی کہ پورے جسم پر ایک پرانے خرقہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس مرد مومن نے دشت و جبل میں اعتکاف کیا، صحراؤں میں چلے کاٹے۔ دریاؤں اور سمندروں کو عبور کیا، جنگلوں اور بیابانوں میں اذانیں دیں اور لاکھوں انسانوں کو دولت اسلام سے مالا مال کیا۔

اسی طرح روحانی رفعت اور باطنی کمالات کے ساتھ حضرت امیر علم و فضل میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اس پر ان کے بیشمار علمی اور اصلاحی کتب و رسائل شاہد ہیں۔ انہوں نہ دینی اور عقلی علوم پر متعدد رسالے لکھے ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں ذخیرۃ الملوک، اربعین، سبعین، ذکریہ اور اورادیہ ہیں۔

اگرچہ تصوف میں حضرت امیرؒ کا اپنا ایک خاص مسلک تھا، تاہم وہ امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے علوم و افادات سے بے حد متاثر تھے۔ حضرت امیرؒ کے ریاضات اور عبادات کا یہ حال تھا کہ ان کے مرید خاص مولانا نور الدین بدخشی خلاصۃ المناقب میں لکھتے ہیں۔ "ایک بار حضرت امیر کبیرؒ نے علی شاہ نام کے ایک گاؤں میں اپنے ساتھیوں پر غصہ کیا اور فرمایا تم لوگوں نے اپنا نام اہل طلب رکھا ہے، جس چیز کا اہتمام کرنا تھا اس پر استقامت نہیں کرتے۔ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ درویشی کے لباس میں رہ کر اس مقام کو کھانے پینے اور آرام کرنے سے حاصل کرتے ہو۔ خدا کی قسم۔ پچھلے پچاس سال سے میں نے اختیاری طور پر پہلو زمین رکھ کر نیند نہیں کی، پھر بھی اس محنت و مشقت کے باوجود اپنے آپ کو ادنیٰ کتے سے بہتر نہیں سمجھتا ہوں۔"

آپ کے مرید خاص حضرت نور الدین بدخشی نے "خلاصۃ المناقب" میں بیان کیا ہے کہ حضرت امیر کے انتقال کے وقت آپ کی زبان مبارک پر یا اللہ، یا حبیب، یا رفیق کے اذکار جاری تھے اور آخری وقت پر آپ کی زبان مبارک سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے الفاظ نکلے۔

شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آقای سید حسن محمود مرندی ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ اسلامی جمہوری ایران راولپنڈی

سید السادات سالار عجم حضرت میر سید علی ہمدانی ہمدان میں پیدا ہوئے، خراسان اور دیگر علاقوں میں علم دین و طریقت حاصل کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے تبلیغ دین مقدس اسلام کے لئے ایران کی حدود سے نکل کر برصغیر، سری لنکا، ترکستان وغیرہ خطوں تک طویل سفر کیا۔ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ان معدودے چند بزرگان دین میں سے ہیں جن کا پاکستان اور ایران کی تاریخ میں ایک اہم اور بنیادی کردار ہے۔

آپ کو اگر دونوں ملکوں کو آپس میں ملانے والی زنجیر سے تعبیر کریں تو بے جا نہ ہوگا، کیوں کہ آپ کے آثار و خدمات آج بھی کشمیر اور شمالی پاکستان میں باقیات الصالحات کے طور پر قائم و دائم ہیں۔ کشمیر کے مرغزاروں سے لے کر بلتستان کے برف پوش پہاڑوں اور ترکستان و تاجکستان کے صحراؤں اور سنگلاخ پہاڑوں تک آج بھی اس محمدیؐ پھول کی خوشبو سے فضا معطر ہو رہی ہے۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک پیر طریقت اور بانی مسلک یا مبلغ اور عالم ہی نہیں تھے بلکہ ایک تاریخ ساز شخصیت کے مالک بھی ہیں۔ آپ نے ایک قوم کی تقدیر بدل دی۔ کشمیر جہاں پر کفر و شرک کا راج تھا، بلکہ یہ بدھ مذہب کی تاریخی کانفرنسوں کے انعقاد کی جگہ تھا، آپ کے ہی نزول اجلال کے ساتھ اسلام کے نور سے منور ہوا۔ آپ نے دین کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کی دنیا بھی سنواری۔ علامہ اقبالؒ نے آپ کی اس عظیم خدمت کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمان او گرفت

آفرید آن مرد ایران صغیر
با ہنرہای غریب و دلپذیر

یک نگاہ او گشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بہ دل راہی بدہ

واقعی سید علی ہمدانیؒ کے بعد کشمیر ایران صغیر بن گیا۔ آپ کے ساتھ ایران سے سات سو سادات کے خاندان بھی کشمیر آئے تھے جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی فن میں ماہر تھا، آج تک کشمیر کی صنعت اور فنون انہی ہنرمندوں کی مرہون منت ہیں۔

یہی نہیں بلکہ سید علی ہمدانیؒ نے کشمیر میں ایرانی میوؤں کی قلمیں لگائیں ان میں سیب، انگور، ناشپاتی، گیلاس، آلو وغیرہ مشہور ہیں۔

پاکستان میں شاہ ہمدان کے آثار بلتستان اور ہزارہ میں پائے جاتے ہیں۔ خپلو کے مقام پر مشہور جامع مسجد چق چن اور وادی شگر کی وہ مسجد سب سے مشہور ہے جس میں آپ نے اپنے دست مبارک سے سورہ مزمل لکھی ہے۔

میں ایران و پاکستان کی دو قوموں کو پیوند دینے والی اس تاریخی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ والسلام۔

بقیہ قارئین کے خطوط

مظفرآباد جیسے شہر میں رہ کر نوائے صوفیہ پڑھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ میں نے اپنے تاثرات دو خطوط کے ذریعے آپ تک پہنچائے تھے لیکن وہ شائع نہیں ہوئے۔ اس جریدے نے سوئی ہوئی قوم کو جگایا ہے اور ہم سب کے لئے باعث صد افتخار ثابت ہو رہا ہے۔

محمد اقبال ڈگری کالج مظفرآباد

(گزشتہ سے پیوستہ)

علامہ سلطان علی بلغاری

محمود احمد مظفر بلغاری

علامہ سلطان علی اپنے اساتذہ کی نظر میں

علامہ سلطان علی کے اولین استاد آپ کے والد گرامی حضرت ملا قاسم ہیں۔ وہ آپ کی محنت و ریاضت اور محیر العقول ذہانت سے بے حد متاثر تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطان علی نے اپنی محنت و ریاضت کی بدولت امتیازی مقام حاصل کر کے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اسی طرح سکردو کے بوا غلام مرحوم بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے اور آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ علامہ سلطان علی کے کثیر الافادہ استاد مولوی محمد حسین پشاوری ہیں۔ وہ آپ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ انہوں نے آپ (سلطان علی) سے اپنی دختر فرخندہ اختر حبیبہ بیگم کا نکاح کرنا چاہا تھا۔ بوا پشاوری اہل سنت کے عقائد رکھتے تھے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سکسا کے مقامی لوگوں نے دریافت کیا کہ خدانخواستہ اس بیماری میں اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ اس پر بوا پشاوری مرحوم نے فرمایا کہ جو اللہ مجھے اپنے پاس بلا سکتا ہے وہی اپنے کسی نیک بندے کو میری نماز جنازہ پڑھانے کے لئے مامور فرمائے گا۔ ادھر اللہ کے نیک بندے بوا سلطانؒ نے اپنے استاد محترم کے ارتحال حسرت آیات کے بارے میں خواب دیکھا تو اپنی نیک بیوی مسماۃ مریم بی بی مرحومہ کو سامان سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ وفا شعار بیوی نے اپنے آمادہ سفر شوہر کے لئے رخت سفر تیار کیا۔ صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی بوا سلطان سوئے چھوربٹ روانہ ہوئے۔ ان کی کرامت دیکھئے کہ کئی دن کے سفر کو تقریباً تین گھنٹے میں طے کیا، بوا پشاوری کی قبر کھودی جا رہی تھی۔ آپ کے ورود مسعود پر اہالیان سکسا کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ اللہ کے نیک بندے ہیں جن کے بارے میں بوا پشاوری نے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ بوا سلطان مرحوم نے نماز جنازہ بڑے سوز و گداز سے پڑھائی۔

علامہ سلطان علی کے والد ماجد اخوند قاسم سربرآوردہ اور ممتاز علماء میں سے تھے نیز اس دور کے نوربخشی علماء کے سرخیل تھے۔ یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلطان علی جیسا فرزند عطا کیا جن کی شاعری عظمت و رفعت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ ملا قاسم کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ سلطان علی، سودے علی، حسن علی، علی بیگ۔ ثقہ روایت کے مطابق علامہ سلطان علی کی شہادت کے بعد ملا قاسم آٹھ سال تک زندہ رہے۔ ملا قاسم کے فرزندوں میں علامہ سلطان علی اپنے علم و فضل کی بدولت بہت ہی مقبول ہوئے۔ صوفیہ نوربخشیہ کے لئے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اگر ان کی تمام کتابیں اردو تراجم کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہو جائیں تو بین الاقوامی سطح پر نوربخشیت کا وقار بلند ہو جائے گا۔

زاد الجنان

زاد الجنان علامہ سلطان علی کی شاہکار تصنیف ہے۔ کچھ بزرگ بوق بوق نامہ کو ان کی شاہکار تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بوق بوق نامہ اپنے موضوع پر جامع اور مکمل کتاب ہے اور دور حاضر کے نوربخشی اور غیر نوربخشی دانشوروں نے اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کی شاہکار تصنیف جس پر خود مصنف مرحوم کو بھی ناز تھا زاد الجنان ہے جو ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور فارسی نظم میں ہے۔

زاد الجنان کے بارے میں غلط فہمی

زاد الجنان کو بہت سے اہل قلم لاعلمی کی بنا پر حضرت میر نجم الدین ثاقبؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں، حالانکہ حضرت میر نجم

الدین ثاقب زاد الحان کی تصنیف و تدوین سے ایک سو چھتالیس سال قبل اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے تھے ۔ میری تحقیق کے مطابق حضرت میر نجم الدین ثاقبؒ نے ۱۱۵۴ھ میں وفات پائی جبکہ زاد الحان پر زمانہ تصنیف ۱۲۹۳ھ درج ہے ۔ دیکھئے کتنا فرق ہے ؟ حقیقت حال یہ ہے کہ میر نجم الدین ثاقب سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ کے اڑتیسویں پیر ہیں جبکہ زاد الحان حضرت سلطان نے اس سلسلے کے تینتالیسویں پیر میر خاند علوم کے زمانہ میں تصنیف کی ہے اور حضرت ثاقب سے میر خاند علوم تک صوفیہ نوربخشیہ کے چار پیر میر محمد نورانی ، میر شاہ جلال ، میر محمد شاہ اور میر سید اکبر گزرے ہیں ۔ سچی بات یہ ہے کہ زاد الحان علامہ سلطان ہی کی تصنیف ہے ۔ کتاب میں کئی جگہ علامہ سلطان کا تخلص استعمال ہوا ہے نمونہ کے طور پر کچھ اشعار پیش کرتا ہوں ۔

آخر میں علامہ سلطان علی زاد الحان کو اپنی نشانی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

کنم ختم اوراق زاد الحان
ہمیں یک نشانی ز سلطان بدان

لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں علامہ سلطان علیؒ نے اپنے ہم سبق راجہ حاتم خان ثانی کے پدر بزرگوار راجہ محمد علی ثانی کی تعریف میں چھ صفحات پر مشتمل بلیغ اشعار لکھے ہیں ۔ ان اشعار میں جناب حاتم خان اور ان کے بھائیوں علی شیر خان اسد اللہ اور عباس خان کا بھی ذکر ہوا ہے ۔ اگر زاد الحان میر نجم الدین ثاقب کی تصنیف ہوتی تو ان حضرات کا ذکر نہ ہوتا کیونکہ ان حضرات کی پیدائش سے ایک سو دس سال قبل حضرت ثاقب کا انتقال ہو چکا تھا ۔ حاتم خان ثانی علامہ سلطان علی کے ہمدرس رہ چکے تھے اور علامہ سلطان کے بزرگوں کے شیلو کے راجہ خاندان سے بڑے اچھے تعلقات تھے ۔ خود علامہ سلطان کئی سال راجہ شیلو کے محل میں ان کے بچوں کو فارسی کی تعلیم دیتے تھے ۔ یاد رہے کہ علامہ سلطان علی کے آباؤ اجداد بھی فارسی کے ماہر اور صلحاء میں سے تھے ۔ ان کے مورث اعلیٰ ایران سے عہد مقیم خان میں امیر کبیر سید علی بن شہاب ہمدانی کے ہمراہ بلتستان تشریف لائے تھے اور بلغار میں اقامت گزیں ہوئے ۔
مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات خوب واضح ہو گئی ہے کہ زاد الحان جناب علامہ سلطان علیؒ کی تصنیف ہے ۔ حضرت میر نجم الدین ثاقب کی عظمت و ثقاہت سے ہمیں انکار نہیں ۔ خود صاحب زاد الحان علامہ سلطان علی بھی ان کے مرتبہ شناس نظر آتے ہیں ۔ چنانچہ علامہ سلطان علی نے زاد الحان ہی میں حضرت میر ثاقب کے فضائل کا اعتراف خوبصورت پیرائے میں کیا ہے ۔ ساتھ ہی امیر کبیر کے چبت خورد میں ورود مسعود سے متعلق حضرت ثاقب کے اشعار نقل کئے ہیں اور بوق بوق نامہ میں بھی وہ میر ثاقب کے اشعار لائے ہیں ۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ

ناقص ہزاراں سلام
بر ارواح شاہان دارالسلام

بلغار ذوغونی میں سلطان علی نام کے دو بزرگ گزرے ہیں ۔ ان میں سے ایک سلطان شاخو علامہ سلطان علی بلغار کے یگانہ عصر عالم علاقہ سہنو کے فرزند ارجمند تھے ان کا تعلق نوربخشی مسلک سے تھا ۔ زاد الحان ، فقہ منظوم ، بوق بوق نامہ اور الوافیہ ان کی مشہور تصانیف ہیں ۔ وہ ایک بہت بڑے عالم دین فلسفی ، ادیب اور شاعر تھے ۔ جبکہ دوسرے بزرگ کا تعلق اہل سنت احناف سے تھا جو بوا سلطانپہ کے نام سے مشہور ہیں اور ذوغنی میں ان کے نام سے احناف کا ایک مدرسہ سلطان المدارس چل رہا ہے ۔ اس محلہ کا نام بھی سلطان آباد ہے ۔ بلتستان کے اکثر اہل قلم ان دونوں کی پہچان میں ناکام رہے ہیں ۔

بوق بوق نامہ مصنفہ علامہ سلطان علی سے چند معلومات

اس کتاب کے مطالعے سے چند دلچسپ تاریخی معلومات حاصل ہوتی ہیں ۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں ۔
شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۸۳ھ میں بلتستان تشریف لائے ۔
غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ ۸۲۴ھ میں چبت خورد بلتستان تشریف لائے ۔
حضرت میر شمس الدین عراقی ۹۰۱ھ میں بلتستان تشریف لائے ۔ اسی طرح سلطان سعید خان بیگو بہرام کے دور میں ۹۳۹ھ میں براستہ یارقند بلتستان وارد ہوئے ۔
شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ

(باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر)

علماء انبیاء کے وارث

الحاج سلیم بن روزی بن عبداللہ بن عبدالرحمن - سعودی عرب

ناچیز کی عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ نوائے صوفیہ کے لئے کچھ لکھوں مگر موضوع اور عنوان کی تلاش رہی - اس کشمکش میں چھ ماہ کا طویل عرصہ گزر گیا - پھر اچانک نوائے صوفیہ کے گزشتہ شمارے میں بلبل تصوف مولانا علی کوروی کی ایمان افروز تقریر نظر سے گزری انہی دنوں میں نے ایک دلچسپ خواب دیکھا اور خدائے بزرگ و برتر نے اس خواب کی تعبیر بھی مجھے دکھا دی - اس تعبیر کو مولانا مرحوم کی تقریر کے پس منظر میں رکھ کر غور کیا تو نتیجہ فکر کے طور پر موجودہ مضمون صفحہ قرطاس پر منتقل ہوا -

یہ غالباً گزشتہ شوال کی بات ہے کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے "ہم تمہاری ملاقات عنقریب ایک خدا کے فقیر سے کرائیں گے -" دوسرے دن اس خواب کا ذکر میں اپنے گھر والوں سے کیا اور اب اس فقیر کے بارے میں رات دن سوچنے لگا جس سے ملاقات کی مجھ گنہگار کو بشارت دی جا چکی تھی -

ایک مدت اسی ادھیڑ بن میں گزر گئی - پھر اچانک ایک روز میری ملاقات علاقہ بلتستان کے کچھ دوستوں سے ہوئی جو آپس میں گفت و گو کر رہے تھے کہ اس برس بلتستان سے قبلہ اخون فقیر صاحب حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لا رہے ہیں - میرے دل نے فوراً گواہی دی کہ ہو نہ ہو اسی اللہ کے بندے کے متعلق مجھے بشارت ہوئی ہے - ناچیز نے زندگی میں اس سے قبل کبھی اخون فقیر صاحب کی زیارت نہیں کی تھی البتہ اپنے عم زاد سے جو روزگار کے سلسلے میں بلتستان میں رہائش پذیر ہیں ان کے متعلق سن رکھا تھا کہ وہ آسمان تصوف کے درخشندہ ستارے ہیں میں نے جو ان کے اوصاف حمیدہ سنے تھے وہ مجھے ہو بہو بلبل تصوف کی تقریر میں بیان ہونے والے ان علماء کی صفات معلوم ہوئے جو فی زمانہ انبیاء کے وارث ہیں -

اب بشارت تو ملاقات کی ہو گئی لیکن سفر شوق کے لئے راستے اور سواری کا خرچ بھی چاہیئے - ہم روزانہ یہ تسبیح پڑھتے ہیں یا مسبب الاسباب اب دیکھئے وہ رب ذوالجلال اپنے مقرب بندے سے ایک گنہگار کو ملانے کے لئے کیا سبب پیدا فرماتا ہے

حج کے سیزن میں مکہ کی طرف جانا کافی دشوار امر ہے اس سلسلے میں پیشگی اجازت نامہ اور معاریف کا حصول ایک امر محال ہے - لیکن اللہ کا کرنا اچانک حج ڈیوٹی کا اعلان ہوا - سفارشی لوگوں کے نام فہرست میں داخل کئے گئے اور دفتر بند ہو گیا - جوں جوں حج کا مہینہ قریب آنے لگا شوق ملاقات بڑھنے لگا اور دل مشتاق روز و شب اس شعر یا ورد کرنے لگا -

شنیدم نام تو مستانہ گشتم
نہ دیدم روئے تو دیوانہ گشتم

زہے قسمت ذوالقعدہ کی پندرہ تاریخ کو ایک سفارشی نے اچانک اپنا نام کٹوا کر میرا نام زبردستی فہرست میں شامل کر دیا - یاد رہے کہ یہ ناچیز جہاں وزارت صحت میں ملازم ہے - میرے لئے یہ واقعہ ایک معجزے سے کم نہیں کہ اللہ نے مجھ سے گنہگار کو اپنے ایک مقرب بندے سے ملانے کا ایسا اہتمام فرمایا - میری رہائش، خوراک اور سفر خرچ کا مفت انتظام ہو گیا - میری ڈیوٹی بھی منیٰ کے مرکزی ہسپتال میں لگی جہاں حاجی تین دن قیام کرتے ہیں -

میں نے دیار مقدسہ میں تیرہ دن فقیر ابراہیم صاحب کی خدمت میں رہ کر یہ نتیجہ نکالا کہ اگر مولانا علی مرحوم بلبل تصوف ہیں تو حاجی فقیر محمد ابراہیم بھی تصوف کے گل سر سبد ہیں - میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا سایہ ملت نوربخشیہ پر قائم و دائم رکھے -

اس کے علاوہ قبلہ علامہ محمد بشیر صاحب اور مولانا غلام حسن حسنو صاحب کا بھی دین اسلام پر بالعموم اور ملت نوربخشیہ پر بالخصوص احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے قلم سے مخلوق خدا کی ہدایت اور رہبری کا عظیم فریضہ انجام دیا ہے -

(گزشتہ سے پیوستہ)

انسان کی اہم ترین ذمہ داری

سید علی نور بخش قم - ایران

قرآن کریم نے اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اگر آدمی کی بنیادی تربیت تو سرکش مادی قوتیں آگے چل کر اس کی عقل اور ضمیر کا گلا گھونٹ دیتی ہیں اور یوں نفسانی احساسات کو مادی اغراض و مقاصد کی راہ پر لگا دیتی ہیں۔ انسان کی خلقت کا سب سے بڑا اعجاز یہی ہے کہ اس کی فطرت دو مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اس بات سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ مختلف رنگ قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ایک خاص راہ پر اس کی رہنمائی سے چشم پوشی نہیں کی جانی چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ان بنوی العقول من الحاجۃ الی الادب کمایظما النورع الی المطر عقل مند انسان کو ادب سیکھنے اور تربیت کے حصول کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ کھیتی کو بارش کے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ (کتاب غرر الحکم جلد ۲ حدیث ۳۶۷۵) اگر تربیت کے قواعد و اصول ایسے عناصر پر استوار نہ ہوں جو انسانی صلاحیتوں کو اعتدال عطا کر سکیں بلکہ انسانی قوتوں کو اس کی نَ اور بے رنگ سطح پر ہی چھوڑ دیا جائے تو انسان ہمیشہ کے لئے ابتدائی اور مادی مرحلے یعنی حیوانی عوائز ہی میں پڑا رہ جائے گا اور یہی وہ جگہ ہے جہاں انسان کے افعال و اعمال کو اچھے یا برے اور نیک و بد کے خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ان پر سزا اور جزا کا تعین ہوتا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا بیشک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنا لیا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کر لیا۔ (الشمس)

سزا و جزا کا دار و مدار انسان میں پائی جانے والی خیر و شر کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیتوں پر ہے۔ لہٰذا ذہنی و جسمانی لحاظ سے ناقص شخص کو ذمہ داریوں سے بری قرار دیا جا سکتا ہے۔

بعض جدید مکاتب فکر کے اس نظریہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ جرائم پیشہ افراد بے قصور ہیں کیونکہ انہیں معاشرے میں پائی جانے والی خرابیاں یا صحیح رہبری کا فقدان جرائم پیشہ بنا دیتا ہے اور گو کہ انسان خیر و شر میں تمیز کی فطری صلاحیت رکھتا ہے مگر پھر بھی وہ کمزور اور ناتوان مخلوق ہے۔

البتہ کوئی مکتب فکر بھی تربیت کی اہمیت کا منکر نہیں اور اس سلسلہ میں معاشرہ پر جو عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ درست ہے کہ جرم کا ارتکاب جرم پر ابھارنے والے مختلف عوامل پر تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ارتکاب جرم کرنے والا بری الذمہ قرار دے دیا جائے۔

بے شک بعض مجرموں کی اصلاح معمولی سی پند و نصیحت کے ذریعہ کی جا سکتی ہے کیونکہ دراصل یہ لوگ ایک طرح کی روحانی سستی کا شکار ہوتے ہیں اور یہی مرض ان کے جرائم کا سرچشمہ ہوتا ہے یا پھر یہ لوگ غیر صالح افراد کی صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے اس حال کو پہنچتے ہیں۔ پس اس قسم کی بیماریوں کی جلد تشخیص کر کے ان کا علاج کرنا چاہیے۔

جرائم کو محض سختی اور دباؤ کے ذریعے جڑ سے ختم کرنا ممکن نہیں۔ مجرم کو سزا دینا ضروری ہے کیونکہ بہر حال یہ اس کے کئے کا بدلہ ہے۔ نیز سماج میں توازن و عدالت کے قیام اور سماجی زندگی کو خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی سزا ضروری ہے لیکن تنہا سزا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ ضروری مجرموں کی از سر نو تربیت ہے تاکہ انہیں راہ راست پر لایا جا سکے اور قانون شکنی کی خواہش تمام افراد معاشرہ کے اندر سرایت نہ کر جائے۔

بقیہ قارئین کے خطوط

گوناگوں مشکلات اور سرمائے کی کمی کے باوجود شاہ سید محمد نور بخش اور شاہ ہمدان کے مشن کو آگے بڑھانا کوئی آسان کام نہیں تھا جسے آپ لوگوں کی دن رات کی محنت نے ممکن بنایا ہے۔ رسالے کی قیمت بہت کم ہے۔ میرے خیال میں اس کی قیمت کم از کم پندرہ روپے ہونی چاہیے۔

نائیک غلام حیدر بلونجی

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

محمد ابراہیم فیضی فاضل عربی - ایم، اے پرنسپل مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سکردو

تمہید

اللہ کریم نے تخلیق انسان کی وجہ اپنی معرفت وعبادت کو قرار دیا ہے۔ معرفت الٰہی یا عبادت الٰہی کے لئے حصول علم بنیادی شرط ہے۔ اللہ رب العزت نے طبقات انسانی میں اعلیٰ وادنیٰ کا معیار علم کو قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ تعلیم کے عمل کی بنیادی اکائیاں متعلم، معلم اور کتاب العلم ہیں اور مدرسہ وہ جگہ ہے جو ان اکائیوں کو یکجا کرتی ہے۔ علم کی علماء نے دو قسمیں بیان کی ہیں۔ علم الابدان اور علم الادیان جنہیں دین پرستی کا علم اور تن پرستی کا علم بھی کہا جاسکتا ہے۔ وہ علم جو دین کی روحانی تعلیم کے ذریعے انسانی روح کی تسکین کا ضامن بنتا ہے علم تصوف کہلاتا ہے۔ مدارس تصوف میں قرآن وحدیث، فقہ وفلسفہ اور عقائد ومنطق کی تعلیم پاکیزہ نظریات اور تصورات کی روشنی میں دی جاتی رہی ہے۔ ان مدارس میں ذکر وفکر، اوراد ووظائف، خلوص نیت اور للہیت اور کردار سازی اور اخلاق درستگی کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

قیام مدرسہ

پیروکاران صوفیہ نوربخشیہ مقیم سکردو نے بلتستان کے ہیڈکوارٹر سکردو میں اس مدرسہ کا آغاز ۲۰ اپریل ۱۹۹۵ء کو کیا جو ابتدائی طور پر مسجد شاہ ہمدان سکردو سے متصل حجروں میں تھا۔ اب یہ مدرسہ لاکھوں روپے کے خرچ سے تیار ہونے والی ایک عظیم الشان عمارت میں منتقل ہونے والا ہے۔

انتظامی ڈھانچہ

مدرسہ کے امور کو چلانے کے لئے دو شعبے قائم کئے گئے ہیں۔ ایک شعبہ امور داخلہ ہے جس کا کام نظام تعلیم درست رکھنا، نصاب مرتب کرنا، اور طلبہ واساتذہ کی مکمل نگرانی کرنا ہے۔ اس شعبہ کے سربراہ کو صدر مدرس یا پرنسپل کا نام دیا گیا ہے۔ جبکہ منتظمہ کمیٹی یا ایگزیکٹو بورڈ کی ذمہ داری مالی وسائل فراہم کرنا، طلبہ کے خورد ونوش اور قیام کے مسائل حل کرنا، اساتذہ کا تقرر وغیرہ ہے۔ اس کمیٹی کو مشورہ دینے کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے۔

نصاب تعلیم

مدرسہ کا نصاب پانچ سالہ کورس پر مشتمل ہے جس میں ترجمہ وتفسیر قرآن، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، عقائد، منطق، صرف ونحو، تجوید اور تصوف واخلاق کی تعلیم شامل ہے۔ پانچ سال کی تکمیل پر فاضل عربی کا امتحان دلا کر سند کے ساتھ فارغ کیا جائے گا۔ تعلیم کو پختہ کرنے کے لئے سال میں سہ ماہی، ششماہی، نوماہی اور سالانہ امتحانات منعقد کئے جاتے ہیں مقررہ مدت پوری کرنے پر طلباء کو مروجہ تعلیم پڑھنے کی نہ صرف اجازت ہوگی بلکہ اس کی خصوصی تیاری بھی کرائی جائے گی۔

غیر نصابی سرگرمیاں

درس وتدریس کے علاوہ طلباء میں تقریری اور تحریری صلاحیتیں پیدا کرنے اور حسن قرات میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے بزم نوربخشیہ تشکیل دی گئی ہے جس کے تحت طلبا مختلف مذہبی تقاریب کا انعقاد کرتے ہیں اور ضلعی اور بین المدارس مقابلوں میں حصہ بھی لیتے ہیں۔

سہولیات

طلباء کو مدرسہ کی طرف سے مفت رہائش خورد و نوش لباس و پوشاک اور مفت علاج معالجہ کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ مستحق و نادار طلباء کی مالی اعانت بھی کی جاتی ہے۔ علاج معالجہ کے لئے ماہر امراض چشم ڈاکٹر نیاز علی صاحب، ڈینٹل ڈاکٹر جناب غلام عباس اور ڈاکٹر غلام مہدی صاحب کی مفت خدمات حاصل ہیں۔

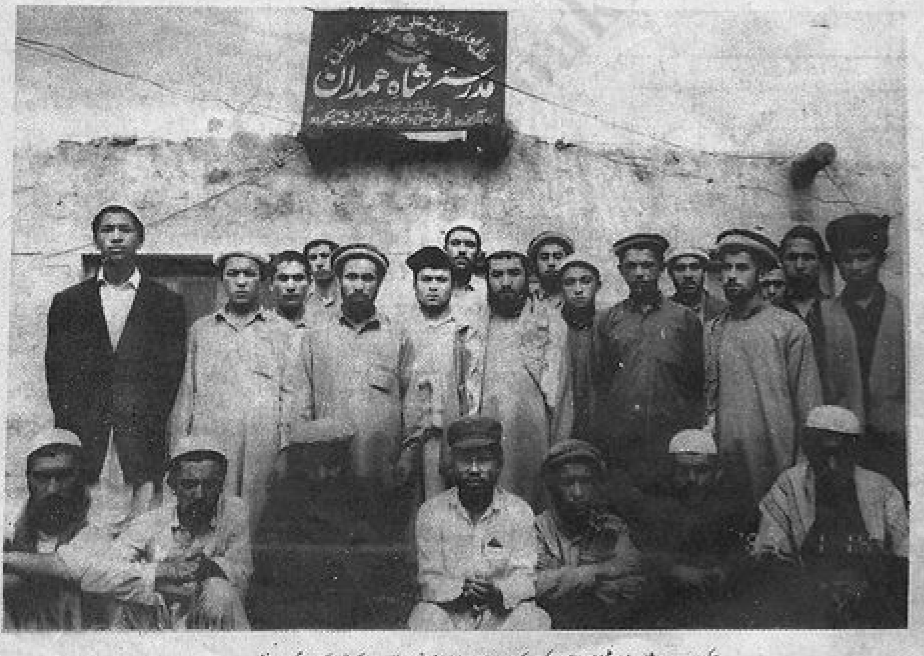
مالی وسائل

منتظمہ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق تمام ملازم پیشہ اور اہل ثروت حضرات سے ان کی ماہانہ آمدنی کا ڈھائی فیصد چندے کی صورت میں مستقل بنیاد پر وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حسب ضرورت ہنگامی چندہ بھی کیا جاتا ہے۔

داخلے کا طریق کار

مدرسہ میں داخلہ ہر سال یکم اپریل سے ۲۰ اپریل تک ہوتا ہے۔ داخلہ کی بنیاد کوٹہ اور میرٹ ہے۔ ہر یونین کونسل سے ایک طالبعلم کو اہلیت کی بنیاد پر داخلہ دیا جاتا ہے۔ طالب علم کا میٹرک پاس ہونا اور قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا ہونا ضروری ہے۔ استثنائی صورتوں میں مڈل پاس کو بھی داخلے کے لئے زیر غور لایا جا سکتا ہے مگر ایسے طالبعلم کو سخت محنت کرنا ہوگی۔ مقررہ کورس مکمل کرنے سے قبل مدرسہ چھوڑنے کی صورت میں کل اخراجات کا تین چوتھائی حصہ لازماً مدرسہ کو واپس کرنا ہوگا۔ امیدوار کے لئے ہر لحاظ سے صحت مند ہونا بھی ضروری ہے۔

آخر میں تمام مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ دامے، درمے سخنے ہماری مدد فرما کر عنداللہ ماجور رہوں۔



سکردو: مدرسہ شاہ ہمدان سیٹلائیٹ ٹاؤن سکردو کے صدر مدرس مولانا عارف حسین مدرسہ کے طلبہ کے ساتھ گروپ فوٹو



سکردو: مدرسہ شاہ ہمدان سیٹلائیٹ ٹاؤن سکردو کے طلبہ کلاس روم میں

بقیہ مستقل خریداروں کی فہرست

ماہ اکتوبر ۱۹۹۶ء

۹۲۲۔ حبیب اللہ عرفانی خیابان چہار مردان چہار راہ سجادیہ گزر سفید آب مدرسہ علمیہ مومنیہ ایران قم۔

۹۲۳۔ سجاد حسین صابر خپلو بلتستان

۹۲۴۔ محمد اقبال ممبر ناردرن ایریا کونسل سکردو بلتستان۔

۹۲۵۔ فدا حسین زیدی ممبر ناردرن ایریا کونسل کھرکوہ بلتستان

۹۲۶۔ انجینئر محمد اسماعیل ممبر ناردرن ایریا کونسل بلتستان

۹۲۷۔ محمد نسیم آزاد کشمیر یونیورسٹی اسلام آباد

۹۲۸۔ جی۔ اے۔ وفا ----------

۹۲۹۔ عبد المجید ----------

۹۳۰۔ غلام نبی ----------

۹۳۱۔ سخاوت علی ----------

۹۳۲۔ خادم حسین ----------

۹۳۳۔ مختار احمد ----------

۹۳۴۔ ریاض حسین ----------

۹۳۵۔ اکبر علی ----------

۹۳۶۔ محمد اقبال ----------

۹۳۷۔ عبد الرحیم نیو یونیورسٹی ہاسٹل لوئر پلیٹ مظفر آباد آزاد کشمیر

۹۳۸۔ اخوند محمد ابراہیم سلترو بلتستان۔

مستقل خریداران کی فہرست

ماہ نومبر ۱۹۹۶ء

۹۳۹۔ مریم بی لیڈی ٹیچر گرلز پرائمری سکول سلینگ خپلو گانچھے بلتستان

۹۴۰۔ حمیدہ بیگم لیڈی ٹیچر گرلز پرائمری سکول سلینگ خپلو گانچھے بلتستان

۹۴۱۔ ماسٹر محمد ابراہیم گرلز پرائمری سکول سرگیب خپلو

۹۴۲۔ عبد الرحیم ٹی۔ جی۔ ٹی ہائی اسکول سکسا چھوربٹ گانچھے

۹۴۳۔ حاجی عبد الرحمان ٹی۔ جی۔ ٹی ہائی اسکول خپلو گانچھے بلتستان

۹۴۴۔ محمد ابراہیم مدرس ہائی اسکول کورو کریس سکردو بلتستان

۹۴۵۔ محمد باقر کوروی معرفت ایجوکیشن آفس ڈسٹرکٹ ہسپتال روڈ سکردو بلتستان۔

حقوق العباد کا اسلامی تصور

ڈاکٹر محمد اسماعیل ڈینٹل سرجن کھیلو

حقوق حق کی جمع ہے اور حق کے معنی موافقت اور مطابقت کے ہیں۔ حقوق العباد کے معروف معنی یہ ہیں کہ ایک انسان کے ذمے انسانی معاشرے میں کیا کیا واجبات اور لوازمات ہیں جو اس کے پاس امانت ہیں اور جن کو دوسرے انسانوں کی خاطر اسے بطریق احسن ادا کرنا ہے۔

حقوق کی دو بنیادی قسمیں ہیں یعنی ۱۔ حقوق اللہ اور ۲۔ حقوق العباد

زیر نظر مضمون میں ہم ثانی الذکر حقوق کی اہمیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلام نے حقوق العباد پر بڑا زور دیا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر شخص ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے (قیامت کے روز) اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

حقوق العباد میں حقوق اولاد و والدین، اہل قرابت کے حقوق، استاد و شاگرد کے حقوق، حاکم و رعایا کے حقوق، علماء و عوام کے حقوق، تاجر اور گاہک کے حقوق، مزدور اور آجر کے حقوق غرض تمام انسانی حقوق شامل ہیں۔ ایک انسان کا حق دوسرے انسان کا فرض تصور ہوتا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے بندوں کے حقوق یعنی حقوق العباد کو اپنے حقوق یعنی حقوق اللہ کی نسبت زیادہ اہمیت دی ہے۔ عام طور پر لوگ حقوق اللہ ہی کو پورا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور حقوق العباد کو یا تو یکسر فراموش کر دیتے ہیں یا ان کی نگہداشت کم کرتے ہیں جس کی وجہ سے انسانی معاشرے میں ظلم و بے انصافی، نفاق و انتشار اور بے اطمینانی اور بے سکونی پیدا ہوتی ہے۔ حقوق العباد پر حقوق اللہ کی نسبت زیادہ زور دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان اللہ کی عبادت نہ بھی کرے تو اس سے اس کی شان کبریائی میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس چھوٹے سے سیارے یعنی زمین پر بسنے والے خدا تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو اگر تسلیم نہ بھی کریں تو اس ذات بے مثال کی تخلیق کردہ اس عظیم الشان کائنات کے نظام میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ البتہ اگر روئے زمین پر بسنے والے انسان حقوق العباد سے روگردانی کریں تو دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم نہیں رہے گا۔ ظلم و جور کا دور دورہ ہو گا، معاشی اور معاشرتی ناہمواریاں پیدا ہوں گی، طبقاتی کشمکش کی وجہ سے انسانوں کا سکون درہم برہم ہو جائے گا اور یہ دنیا جہنم سے بھی بدتر ہو جائے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں حقوق العباد کی ادائیگی کے ذریعے سے نظام انصاف کے قیام کو بعثت انبیاء کا اصل باعث قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط۔ (الحدید آیت ۲۵) ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

حقوق العباد کی بجاآوری کی ادنیٰ صورت یہ ہے کہ اگر آدمی کسی فائدہ نہ پہنچا سکے تو کم از کم اس کو نقصان بھی نہ پہنچائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلم محفوظ رہیں۔ اسی طرح حقوق العباد کی بجاآوری کی سب سے پسندیدہ صورت وہ ہے جو مومن بننے کی شرط اولین ہے اور جس کی طرف اس حدیث نبویؐ میں اشارہ ہے لا یومن احد حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی شخص (صحیح معنوں میں) اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ حضور پرنور کے مندرجہ بالا ارشادات اگر ذہن نشین ہو جائیں تو پھر کوئی شخص اپنے بھائی کو اذیت نہ پہنچائے گا۔ بلکہ اس کی بھلائی کے لئے حتی المقدور کوشاں رہے گا اور یوں یہ دنیا جنت الفردوس کا نمونہ پیش کرنے لگے گی

(باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر)

ایڈز (AIDS)

ڈاکٹر غلام نبی ناز

ایڈز کی بیماری ساری دنیا میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہ ایک لاعلاج مرض ہے لیکن اس سے باسانی بچا جا سکتا ہے۔

ایڈز کی بیماری کیسے پھیلتی ہے ؟

ایڈز ایک وائرس (جرثومہ) سے پھیلتی ہے۔ یہ وائرس انسان کے خون اور دیگر مائع مواد (خاص طور پر جنسی تعلق رکھنے والے مواد) میں موجود ہوتے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل طریقوں سے بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک پہنچتے ہیں۔

۱۔ جنسی تعلق کے ذریعے۔ ایڈز کے مریض یا ایسے شخص جو بظاہر تندرست ہو مگر اس کے جسم میں ایڈز کے جراثیم موجود ہوں، سے جنسی تعلق سے تندرست آدمی کو لگ سکتی ہے۔

۲۔ انتقال خون۔ ایڈز کے مریض کے خون یا اس خون سے تیار شدہ دوسری ادویات کے استعمال سے۔

۳۔ ٹیکوں کی بار بار استعمال ہونے والی سوئیوں سے۔ خاص طور پر ایسے ٹیکوں کا استعمال جہاں نشہ کے عادی لوگ ایک ہی ٹیکے میں نشہ آور دوائی بھر کر ایک ہی سوئی سے اکٹھے ٹیکہ لگا لیتے ہیں۔ جس سے وائرس بیمار سے تندرست شخص میں منتقل ہو جاتا ہے۔

۴۔ ایڈز کی مریضہ ماں سے پیدا ہونے والے بچے کو۔

۵۔ عورتوں میں کان اور ناک چھیدنے والے اوزاروں سے

ایڈز کا مرض ان چیزوں سے نہیں پھیلتا

- کسی سے ہاتھ ملانے سے۔
- دوسروں کے ساتھ کھانا کھانے سے اور برتنوں سے۔
- دروازوں کے ہینڈل چھونے سے۔
- پبلک بیت الخلاء اور غسلخانوں کے استعمال سے۔
- تالاب میں نہانے سے۔
- ٹیلیفون کو چھونے سے۔
- ڈاکٹر کے پاس جانے سے۔
- ہسپتال میں جانے یا مریضوں کی عیادت (تیمارداری) کرنے سے۔
- خون دینے سے۔
- احباب اور مہمانوں کی خدمت کرنے سے۔
- سینما جانے سے۔
- ٹیکسی، بس، ٹرین یا ہوائی سفر سے۔

مختصراً یہ کہہ دینا کافی ہے کہ روزمرہ کے کاموں سے ایڈز کا مرض نہیں پھیلتا۔

آپ ایڈز سے کیسے بچ سکتے ہیں ؟

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور زنا کے قریب نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ اور بری راہ ہے۔" (آیت ۳۲، سورہ بنی اسرائیل)

ایڈز جیسی مہلک بیماری سے بچاؤ کا یہ عظیم ترین قرآنی نسخہ ہے۔

اپنی بیوی یا اپنے خاوند کے علاوہ کسی سے بھی جنسی تعلقات نہ رکھیں۔

نشہ آور ادویات کے استعمال سے دور رہیں۔ نشہ کرنے والے ساتھیوں کے استعمال کردہ ٹیکوں کی سوئی سے یہ مرض آپ کو لگ سکتا ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ نشہ کی وجہ سے آپ کو اپنے اوپر کنٹرول نہیں رہتا جو کہ آپ کو دوسری برائیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

دوسروں کے استعمال شدہ بلیڈ اور دانتوں کے برش استعمال نہ کریں۔

بیرون ملک قیام کے دوران اگر آپ کو خون لگوانے

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارہ کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ سوال کنندگان خوب آگاہ رہیں کہ بعض حضرات ایسے سوالنامے ارسال کرتے ہیں جن کے پس منظر میں فریق مخالف کے وجود کی بو آتی ہے۔ ایسے حضرات اپنے نزاعات کا حل واضح شرعی فیصلے کی طلب میں حاصل کریں۔ سوالنامہ مفید ثابت نہیں ہو گا کیونکہ دوسرا فریق اسی سوالنامے کی تبدیل شدہ شکل پیش کرتا ہے، اس صورت میں جواب بھی پہلے سے مختلف ہو سکتا ہے۔

اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ کیا بلا ضرورت کے ہر وقت ظہرین اور عشائین ملا کر ادا کرتے رہنے والوں کے ساتھ کھانا کھایا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر ۲۔ ایک سیاح گروہ میں شامل سب کے سب داڑھی منڈے ہیں۔ وہ اتفاق سے اپنے ایک سب سے زیادہ باصلاحیت داڑھی منڈے ساتھی کی امامت میں نماز جماعت کی ادائیگی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

سوال کنندہ غلام نبی
گورنمنٹ ڈگری کالج مظفر آباد آزاد کشمیر

سوال نمبر ۳۔ باپ صاحب نصاب تھا۔ اس نے اپنی زمین اولاد میں تقسیم کردی اور اولاد کو مالکانہ قبضہ بھی دے دیا۔ تقسیم کے بعد باپ کا ہر ہر بیٹا صاحب نصاب نہیں بن سکا۔ کیا باپ زکواۃ کی ادائیگی کی پابندی سے بری الذمہ ہو جاتا ہے؟

سوال نمبر ۴۔ آٹھ ماہ کے شیر خوار بچے کی ماں نے مزید سات ماہ کے بعد دوسرے بچے کو جنم دیا مگر تقدیر الٰہی سے دوسرا بچہ دو دن میں انتقال کر گیا تو کیا اس صورت میں پہلے بچے کو دودھ پلانے کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے؟

سائل غلام محمد میر
چولونکھا ضلع نوبراہ (انڈیا)

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ظہر اور عصر کی نمازوں کو صرف ظہر کے وقت یکجا ادا کرنا یا صرف عصر کے وقت یکجا ادا کرنا اسی طرح سے مغرب اور عشا کی نمازوں کو صرف مغرب کے وقت یکجا ادا کرنا یا صرف عشا کے وقت یکجا ادا کرنا وقت مشترک کی سہولت حاصل ہونے والوں کے لئے بالکل درست حاصل ہے۔ سابقہ شماروں میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔ جن کو وقت مشترک کی سہولت شرعاً حاصل نہیں ان کے لئے ہر ایک نماز کی ادائیگی اپنے وقت میں ہی درست قرار پاتی ہے۔ ایک صورت یکجا ادا کرنے کی یہ نکلتی ہے کہ کوئی شخص ظہر کی نماز کو اس کے آخری وقت میں اس اندازے سے ادا کرے کہ نماز ظہر کا سلام پھیرتے ہی نماز عصر کا وقت داخل ہو جائے۔ پس وہ نماز ظہر کے بعد نماز عصر کی ادائیگی اسی وقت کر سکتا ہے۔ یہاں پر ظاہری طور پر ظہر اور عصر کی نمازوں کو یکجا ادا کرنے کی صورت نظر آتی ہے حالانکہ ہر ایک نماز اپنے اپنے وقت میں ادا کی گئی۔ اسی طرح سے نماز مغرب کی ادائیگی اس کے آخری وقت میں اس اندازے سے کی جائے کہ نماز مغرب کا سلام پھیرتے ہی نماز عشا کا وقت ہو جائے یہاں پر بھی بظاہر مغرب اور عشا کی نمازوں کو یکجا ادا کرنے کی صورت نظر آتی ہے حالانکہ یہاں بھی ہر ایک نماز اپنے اپنے وقت ہی میں ادا کی گئی ہے۔ ان صورتوں کے سوا کسی ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز کی ادائیگی کرنا وقت مشترک کی سہولت شرعاً حاصل نہ ہونے والوں کے لئے درست تو نہیں، تاہم ان کا سوشل بائیکاٹ کرنا یا ان سے تعلقات قائم نہ کرنا یا ان کے ساتھ کھانا نہ کھانا شرعاً جواز کا درجہ نہیں رکھتا ہے۔ آپ ایسے حضرات کے ساتھ ہر قسم کے جائز تعلقات رکھ سکتے ہیں۔

سوال میں صرف کھانا کھانے کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ بخوشی کھانا کھا سکتے ہیں۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جی ہاں اپنے سب سے زیادہ باصلاحیت داڑھی منڈے ساتھی کی امامت میں سیاح گروہ کے دوسرے تمام داڑھی منڈے حضرات نماز کی اجتماعی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ شریعت محمدیہ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اپنی اولاد میں جائیداد کی تقسیم اور ان کو مالکانہ قبضہ دینے کے بعد صاحب نصاب باپ اب مالک ہی نہ رہا۔ لہٰذا وہ اب نہ صاحب نصاب باپ کا مصداق ہے نہ اس پر کوئی زکوٰۃ واجب ہوگی بلکہ وہ اس بارے میں بری الذمہ ہوگا۔ اولاد میں جو بھی صاحب نصاب بنے گا اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرعاً پابندی عائد ہوگی اور جو صاحب نصاب نہیں بنے گا اس کے ساتھ وجوب زکوٰۃ کا تعلق نہیں ہوگا۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کی شرعی جواز کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے بچے کے جنم کی وجہ سے مجبوراً پہلے بچے کا حق مارا گیا تھا، جب دوسرا بچہ چل بسا تو اس وقت سوال مذکور کی رو سے پہلے بچے کی مدت رضاعت ختم ہونے میں ابھی نو ماہ اور اٹھائیس دن باقی ہیں۔ شرعاً پورے دو سال کا وقفہ مدت رضاعت قرار پاتا ہے۔ لہٰذا یہاں پر پہلے بچے کا مجبوراً مارا گیا حق پھر اس کی طرف واپس آئے گا اور باقی ماندہ مذکورہ مدت تک اس کو دودھ پلانے کا سلسلہ جاری رکھنا شرعاً درست ہوگا۔ اسی وجہ سے شیر خوار بچے کی حق تلفی سے بچنے کی خاطر پیدائش میں وقفہ پیدا کرنے کے لئے عارضی طور پر مانع حمل صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں تاکہ نومولود بچوں کو ان کے دودھ کا حق پورا پورا مل سکے۔

امید ہے کہ محترم غلام نبی صاحب اور محترم غلام محمد ٹیچر چولونکھا والے اپنے اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہو جائیں گے۔

بقیہ جلال و جمال

تیز تر شو تا فتد ضرب تو سخت
ورنہ باشی درد و گیتی تیرہ بخت

(جاوید نامہ)

آخر میں اہل صوفیہ نوربخشیہ کے اولوالعزم نوجوانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ بھی جو علی ابن ابی طالب کی محبت کا دم بھرنے والے ہیں اور علی ثانی شاہ ہمدان علیہ الرحمہ کے روحانی ورثے کے امین ہیں اپنے اندر مرد مؤمن کی یہ صوفیانہ خصوصیات پیدا کرنے کی سعی و جستجو کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر سعی و کوشش کو بارآور فرمائے۔ آمین

بقیہ علامہ سلطان علی بلغاری

وفات ۸۶۷ھ ہے۔

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ ہے تب آنحضرت کی عمر شریف بہتر برس تھی۔ جبکہ آپ کے مرشد خواجہ اسحاق ختلانی کی تاریخ وفات ۸۲۶ھ ہے۔

خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ بلغار کی تعمیر ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

میر شمس الدین عراقی کی تاریخ وفات ۹۳۲ھ ہے اور عمر شریف ۷۶ سال تھی۔ آپ کے فرزند حضرت شیخ دانیال شہید ۹۹۱ھ میں کتم عدم سے عالم وجود میں آئے اسی طرح ان کی وفات ۹۵۷ھ میں ہوئی جب عمر شریف ۵۹ برس تھی۔ (جاری ہے)

بقیہ تصوف

تاریخی مطالعہ کے اعتبار سے پہلی صدی ہجری کی خصوصیات تصوف یہ ہیں۔

۱۔ دوسری صدی ہجری سے پہلے اس مسلک کا نام صوفیہ رکھ دیا گیا

۲۔ دور اول میں صوفیہ کی نمایاں خصوصیات زہد، عبادت اور خشیت الٰہی اور عشق الٰہی اور عشق محمدی تھی۔

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چند نسلوں تک بزرگوں پر خشیت الٰہی کا غلبہ تھا۔ شرعی احکام کی بجاآوری سے ان کے باطنی تقاضوں کی تسکین ہوتی تھی اور ان کی زندگی توبہ و استغفار کی کیفیت سے لبریز تھی۔

(جاری ہے)

دنیائے تصوف کی خبریں

محمد رضا ضیا فاضل عربی

شاہ ہمدان کانفرنس کی روداد

۱۲ رجب بمطابق ۲۴ نومبر ۱۹۹۶ء کو خانہ فرہنگ اسلامی جمہوری ایران راولپنڈی اور بین الاقوامی شاہ ہمدان ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے یوم ولادت کے موقع پر شاہ ہمدان کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں ایران اور پاکستان کے دانشوروں نے شرکت کی۔ تقریب کے صدر جناب ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی صاحب تھے اور سٹیج سکریٹری مدیر ہفت روزہ انصاف جناب میر عبدالعزیز صاحب تھے جب سٹیج پران کے علاوہ نائب سفیر اسلامی جمہوری ایران اور خانہ فرہنگ ایران کے ڈائریکٹر جنرل آقای محمد رضا مرندی صاحب بھی رونق افروز تھے۔ مہمان خصوصی جناب سردار قیوم صاحب مصروفیت کی بنا پر تشریف نہ لاسکے۔

تقریب کا آغاز آقای مجتبیٰ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ خانہ فرہنگ کے ڈائریکٹر جنرل نے اپنے افتتاحی کلمات میں شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کو پاکستان اور ایران سے ملانے والی زنجیر قرار دیا جس کی کوششوں کی بدولت آج بھی کشمیر کے مرغزاروں سے بلتستان کے برف پوش پہاڑوں تک کی فضا نور محمدیؐ سے منور ہے۔

جناب مولانا غلام نبی نوشہروی نائب امیر جماعت اسلامی کشمیر نے اپنی تقریر میں کہا کہ شاہ ہمدانؒ نے ذرائع رسل و رسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں نور اسلام پھیلایا اور ان علاقوں میں اوراد فتحیہ جیسی عظیم دعا کا تحفہ چھوڑ گئے۔ جس کا ورد آج بھی کشمیر کی مسجدوں میں صبح کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ہمدان نے فروعی اختلاف کو مٹایا اور اپنے جانشینوں کو بھی فرقہ بندی سے دور رہنے کی نصیحت کی۔

قائد اعظم یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد صاحب نے شاہ ہمدان کے علمی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج کی دنیا میں انسانی حقوق کا چرچا زیادہ ہے۔ اس لئے انسانی حقوق کے حوالے سے شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کے ارشادات کو یکجا کر کے شائع کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس موقع پر جناب میر عبدالعزیز نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے بھارتی مظالم کے خلاف ایک قرارداد پیش کی جسے اکثریت رائے سے منظور کیا گیا۔

معروف نوربخشی عالم دین اور نوائے صوفیہ کے رکن جناب مولوی محمد رضا ضیا نے اپنی تقریر میں بلتستان میں امیر کبیر علیہ الرحمۃ کی تبلیغی مساعی اور آپ کے آثار پر روشنی ڈالی۔

مرکز تحقیقات فارسی کے جناب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی نے حضرت شاہ ہمدانؒ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کیا۔

اس کے بعد جناب سید حسن محمود ہمدانی نے بھی شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور ان کی کرامات کا ذکر خیر کیا۔

آخر میں جناب آغا حسین ہمدانی نے اپنے خطبہ صدارت میں اپنے دورہ ایران کا ذکر کیا اور اس دلچسپ نکتے کا ذکر کیا کہ ہمدان، سری نگر اور وادی بلتستان میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ شاہ ہمدان نے اپنی تبلیغ دین کے لئے ان علاقوں کو پسند فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ شاہ ہمدان ایک عظیم صوفی اور محسن انسانیت تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

تبدیلی نام

میرے بیٹے محمد اشرف کا نام تبدیل کر کے محمد اکرم رکھا گیا ہے۔ آئندہ اسے اسی نام کے ساتھ لکھا اور پکارا جائے اور جملہ سرکاری کاغذات میں بھی درستگی کی جائے

محمد بشیر کوروی

شمالی علاقہ جات کے متنازعہ نقشے میں درستگی کا حکم

چیف سکریٹری شمالی علاقہ جات نے بذریعہ چٹھی نمبر

CR -C/87- SEC مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء بحوالہ درخواست نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان متنازعہ نقشہ شمالی علاقہ جات کی جس میں مذہبی بنیادوں پر آبادی کے تناسب کو ظاہر کیا گیا تھا، درستگی کا حکم دیا ہے۔ یہ نقشہ گورنمنٹ ڈگری کالج گلگت کے پروفیسر منظوم علی کا تیار کردہ ہے جس میں مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے وجود استقلالی کو ختم کرنے کے علاوہ ناردرن ایریا میں اشاعت اسلام کی تاریخ کو بھی غلط انداز میں پیش کیا گیا تھا۔ متنازعہ نقشے میں مندرجہ ذیل باتیں خلاف حقیقت ہیں۔

۱۔ ضلع گانچھے میں نوربخشیوں کی آبادی ،، فیصد دکھائی گئی ہے جب کہ درحقیقت اس ضلع میں نوربخشی آبادی ۹۵ فیصد ہے۔

۲۔ ضلع سکردو میں نوربخشی آبادی صفر دکھائی گئی ہے اور اسماعیلی برادری کی آبادی ۹ فیصد ظاہر کی گئی ہے۔ جبکہ سکردو خاص کے علاوہ کھرمنگ کے بعض مواضعات اور شگر سب ڈویژن کے بیشتر مواضعات میں ہزاروں نوربخشی آباد ہیں یوں ضلع سکردو کی نوربخشی آبادی ۲۵ فیصد کے لگ بھگ ہے جبکہ اسماعیلی برادری کے چند گھرانے آباد ہیں۔

۳۔ مسلک نوربخشیہ کا مذہبی نام امامیہ اثناعشریہ استعمال ہوا ہے جبکہ نوربخشیہ ایک صوفیانہ سلسلہ طریقت ہے اور امامیہ اثناعشریہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بلتستان میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں کردار کو متنازعہ قرار دیا ہے۔ جبکہ تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت شاہ ہمدان بلتستان میں اسلام کے اولین مبلغ ہیں۔ آپ تین بار اس علاقے میں تشریف لائے اور آپ کی تعمیر کردہ بیسیوں مسجدیں اور خانقاہیں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں۔

۵۔ حضرت میر شمس الدین محمد عراقی بت شکن اور حضرت سید علی طوسی اور حضرت سید ناصر طوسی کی بطور شیعہ مبلغین بلتستان میں آمد کا ذکر ہے جبکہ میر شمس الدین عراقی بت شکن سلسلہ نوربخشیہ کے پیر طریقت ہیں اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ قاسم فیض بخش کے مرید اور جانشین تھے۔ آپ نے ہی کشمیر و بلتستان میں سلسلہ نوربخشیہ کو فروغ دیا تھا۔ اسی طرح سید ناصر طوسی اور سید علی طوسی نوربخشی بزرگان دین اور مبلغین ہیں۔

شمالی علاقہ جات میں مردم شماری کے مطابق حاصل شدہ اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

ضلع سکردو کل آبادی = 268708
نوربخشی آبادی = 20%
ضلع گانچھے کل آبادی = 94512
نوربخشی آبادی = 95%
ضلع گلگت کل آبادی = 253020
نوربخشی آبادی = 1%
ضلع دیامیر کل آبادی = 199239
نوربخشی آبادی = صفر
ضلع غذر کل آبادی = 117534
نوربخشی آبادی = صفر
شمالی علاقہ جات کل آبادی = 933013
نوربخشی آبادی = 22.35%

منجانب نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

تنظیم فدائیان آل رسول کا اجلاس

تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس کا ایک اجلاس ممتاز عالم دین مولانا محمد علی صاحب کی زیر صدارت ہوا۔ جس میں ڈپٹی جنرل سکریٹری نے اس تنظیم کی افادیت کے متعلق بتایا۔ صدر جلسہ نے مختلف یونٹوں کی جانب سے حاصل ہونے والے عطیہ جات کا شکریہ ادا کیا۔ نیز ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے نوائے صوفیہ کی مسلسل اشاعت کے دو سال مکمل ہونے پر اراکین ادارت کو مبارک باد پیش کی گئی۔

سکریٹری نشرواشاعت

خوشخبری

تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ اور شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لیواؤں اور جان نثاروں کے لئے بالعموم اور نوائے صوفیہ کے قارئین کرام کے لئے بالخصوص یہ خبر مسرت انگیز ہو گی کہ " رسالہ دعوات " کے بعد " شاہ ہمدان پبلیکیشنز اسلام آباد " کی دوسری اہم اشاعت

منشور ملک عشق

منظوم ترجمہ چہل اسرار از شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ چند روز کے اندر منظر عام پر آنے والی ہے۔ چہل اسرار بانی مسلمانی در کشمیر و بلتستان شاہ ہمدان علی ثانی کے عارفانہ کلام کا مجموعہ ہے جو تصوف و عرفان کے اسرار و رموز کا ایک گنج گراں مایہ ہے۔ اس مجموعے کو بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے اردو شاعری کا جامہ پہنا دیا ہے تاکہ جملہ اہل تصوف اور خصوصاً شاہ ہمدان علیہ الرحمہ کے عقیدت مندوں کے اس عظیم روحانی ورثے سے مستفید ہونا ممکن ہو جائے۔

چہل اسرار کے اس ترجمے پر ہمدانیات کے ماہر اہم ترین محققین اور دانشوروں نے اظہار خیال کیا ہے اور مترجم کی کامیاب کاوش کو سراہا ہے۔ ان تبصرہ نگاروں میں پروفیسر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی صاحب، ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ، ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا صاحب ایران، میر عبدالعزیز صاحب مدیر العارف، جناب غلام حسن نوربخش اور جناب محمد یونس سینٹھی وفاقی اسمائے گرامی شامل ہیں۔

قارئین کرام۔ شاہ ہمدان پبلیکیشنز اسلام آباد کا قیام مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے عظیم روحانی ورثے سے جدید نسل کو آگاہ کرنے کی خاطر عمل میں لایا گیا ہے۔ ہمارے اشاعتی پروگرام میں اولاً شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی جملہ تصانیف کا اردو ترجمہ شائع کرنا اور ثانیاً سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے جملہ پیران طریقت اور مرشدان حقیقت کی تصانیف کو منظر عام پر لانا شامل ہے تاکہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ میں نشر و اشاعت کے فقدان سے پیدا ہونے والی علمی اور روحانی انحطاط کا ازالہ کیا جائے۔ ہمارا مطمع نظر غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کے اتحاد بین المسلمین اور احیائے شریعت محمدیہ کے عظیم مشن سے اہل عالم کو روشناس کرانا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے اس نیک مشن کی کامیابی کا تمام تر انحصار آپ کے تعاون اور سرپرستی پر ہے۔ اگر آپ ہماری اشاعتی کاوشوں کو پذیرائی بخشیں گے تو ہمارے لئے آئندہ بھی اس عظیم اشاعتی پروگرام کو جاری رکھنا ممکن ہو جائے گا۔

اس لئے آپ سے ہماری گزارش ہے کہ اگر آپ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور مسلک پاک صوفیہ نوربخشیہ کی محبت کا دم بھرنے والے ہیں تو اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنی محبت کا عملی ثبوت پیش کریں۔

کتاب " منشور ملک عشق " شاہ ہمدان پبلیکیشنز کے اعلیٰ اشاعتی معیار کے مطابق اعلیٰ گٹ اپ کے ساتھ بصرف زر کثیر چھاپی گئی ہے لیکن قارئین نوائے صوفیہ کے لئے یہ کتاب نہایت کم رعایتی قیمتوں پر فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ نوائے صوفیہ کے قارئین کے لئے پیپر بیک ایڈیشن کی قیمت بازار سے بیس روپے کم یعنی پچاس (۵۰) روپے کی بجائے صرف تیس (۳۰) روپے اور ہارڈ باؤنڈ ایڈیشن کی قیمت ستر (۷۰) روپے کی بجائے صرف پچاس (۵۰) روپے مقرر کی گئی ہے جو کتاب کی اشاعتی لاگت سے بھی کم ہے۔

کتاب محدود تعداد میں شائع کی گئی ہے اس لئے شائقین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے آرڈر جلد بک کروائیں۔ نوائے صوفیہ کے مستقل نمائندوں سے گزارش ہے کہ وہ کتاب کو اہل ذوق تک پہنچانے کے لئے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کریں۔ اس خدمت کا انہیں معقول کمیشن بھی دیا جائے گا لیکن آپ کا سب سے بڑا معاوضہ یہی ہے کہ آپ کے اس تعاون سے شاہ ہمدان پبلیکیشنز کو دین حق کی نشر و اشاعت کا کام جاری رکھنے میں مدد ملے گی اور مذہب و ملت کی سرفرازی اور سربلندی کے لئے آپ کی کاوشوں کا اصل صلہ آپ عند اللہ ماجور ہونے کی صورت میں پائیں گے۔

تعاون کا طالب
شاہ ہمدان پبلیکیشنز اسلام آباد
معرفت D 1021 سیٹلائٹ ٹاؤن
سید پور روڈ راولپنڈی

بقیہ قارئین کے خطوط

ہمارے گاؤں مچلو میں سو فیصد نوربخشی آبادی ہے، ہم اپنی مدد آپ کے تحت اسلامی مدرسہ چلا رہے ہیں۔ مچلو کی مسجد جس کی بنیاد روایت کے مطابق غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ نے رکھی ہے، اب اس کی توسیع کا کام عنقریب مکمل ہونے والا ہے۔ مسجد کی تصویر شائع فرما کر اہل قریہ کو مشکور فرمائیں۔

عبدالرحیم مچلوی آزاد کشمیر

قارئین کے خطوط

جی ۔ ایچ معروفی

امید ہے کہ پاکستان کے تمام نوربخشی خیریت سے ہوں گے ۔ نوائے صوفیہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ۔ نوائے صوفیہ کا سالانہ چندہ ارسال کرنے کا طریق کار بتا دیں ۔ آپ لوگوں کی کوشش کی بدولت پاکستان میں مذہب حقہ نوربخشیہ نے کافی ترقی کی ہے ۔ لیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے کوئی پڑھا لکھا آدمی نہ ہونے کی وجہ سے نوربخشی اپنے اصل سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں ۔ اب اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد ہمیں صرف آپ لوگوں سے ہی امید ہے اس لئے ہماری مشکلات کو حل کرنے کی خاطر نوائے صوفیہ ضرور ارسال کریں ۔ کچھ شرعی مسائل کے جواب مطلوب ہیں نوائے صوفیہ میں جگہ دیں ۔



غلام محمد صوفی ڈسکٹ انڈیا

ادارہ کشف القلوب عرصہ چار سال سے غیر فرقہ وارانہ اسلامی پروگراموں پر کام کر رہا ہے ۔ ادارے کا اپنا پرچہ بھی شائع ہوتا ہے ۔ آپ کے شائع کردہ نوائے صوفیہ کے گزشتہ چند شمارے بعض احباب کے ذریعہ ملے اور پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ ماشاء اللہ آپ کی کاوش کے متعلق کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں ہے ۔ ہماری خواہش ہے کہ ادارہ کشف القلوب کو آپ نوائے صوفیہ سے مستقل طور پر مستفید فرمائیں ۔

سلطان محمود شاہین صدر ادارہ کشف القلوب اسلام آباد

گلشن تصوف کا ترجمان نوائے صوفیہ پوری آب و تاب سے جگمگا رہا ہے ۔ اس رسالے کی وساطت سے ہمیں دینی معلومات اولیائے کرام کی تعلیمات وقت حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہمیں اس رسالے کے توسط سے مل رہے ہیں ۔ اللہ آپ سب کو اپنی حفظ اور امان میں رکھے اور اہل زمانہ کے بغض و حسد سے مامون رکھے ۔

انور علی تھلوی سکردو

ہزاروں دلوں کی دھڑکن نوائے صوفیہ کی مسلسل اشاعت کے دو سال مکمل ہونے پر جناب قبلہ علامہ صاحب، فخر قوم غازی محمد نعیم، جی ۔ ایچ معروفی اور ممبران مجلس ادارت نوائے صوفیہ کو پرخلوص مبارک باد قبول ہو ۔ خدا نوائے صوفیہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے ۔ ایک مضمون بغرض اشاعت ارسال ہے ۔ خدا ناقدین نوائے صوفیہ کو تعصب کی عینک اتار کر اس رسالے کو پڑھنے کی توفیق بخشے ۔

محمد اسماعیل کریمی سکردو

بندہ ناچیز کا تعلق چھوربٹ سکسہ سے ہے ۔ اپنے قیام کراچی کے دوران این ۔ وائی ۔ ایف کے کارکن کی حیثیت سے کام کیا ہے ۔ نوائے صوفیہ کی اشاعت سے مسلک نوربخشیہ کو کافی تقویت ملی ہے اور قارئین کو پیچیدہ شرعی مسائل سے بھی آگاہی ہو رہی ہے اور مختلف مکاتب فکر کے دانشور حضرات کے زریں خیالات پڑھ کر لطف اندوز بھی ہوتے ہیں ۔ ایک مضمون بغرض اشاعت ارسال ہے ۔

محمد عبداللہ سکساوی سکردو

جواب ۔ آپ کا ارسال کردہ مضمون مفید اور مقصدی پایا گیا ہے ۔ انشاء اللہ باری آنے پر شائع کیا جائے گا ۔

نوائے صوفیہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہوں ۔ اسے دیکھ کر دل کی آرزو پوری ہوتی ہے ۔ یہ مجلہ معلومات و معارف کا خزانہ اور قومی امنگوں کا آئینہ دار ہے ۔

سکندر عباس سرمیک

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں لیکن یہ میری بد قسمتی ہے کہ میرا کوئی خط نوائے صوفیہ میں شائع نہیں ہوا ۔ امید ہے کہ یہ خط آپ ضرور شائع کریں گے ۔ نوائے صوفیہ سے ہمیں مذہبی علم کے علاوہ سائنسی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ علامہ بشیر صاحب کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے ۔ مضمون نگاروں کے پتے معلوم کرنے کی غرض سے چہرہ نما کو پھر سے جاری کرنے کی اپیل کرتا ہوں ۔

اعجاز حیدر اعجاز کچلو

نوائے صوفیہ نوربخشیہ کے عقیدت مندوں کے لئے ذہنی انقلاب کا باعث ہے اور مذہبی اشاعت کے میدان میں اپنی مثال آپ ہے ۔ ادارہ کے کارکنان کو سلام ۔

اقبال حسین جی ۔ ڈی ۔ ایس کالج لاہور

ماہنامہ نوائے صوفیہ کی دوسری سالگرہ کے پرمسرت موقع پر مدرسہ مظہر العلوم صوفیہ نوربخشیہ تھلے کے اراکین کی جانب سے نوائے صوفیہ کے پرخلوص اراکین کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش ہے ۔ نومبر کا شمارہ معیاری مضامین پر مشتمل تھا ۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے بھارت میں بسنے والے تمام صوفیہ نوربخشیہ کے بھائیوں ، بزرگوں اور ماؤں بہنوں کو مدرسہ ہذا کے اراکین کی طرف سے ہدیہ سلام پیش ہے ۔

نمائندہ نوائے صوفیہ و سیکریٹری مدرسہ

نوائے صوفیہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ مذہب حقہ صوفیہ نوربخشیہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے مگر بد قسمتی سے ہم خواہش کے باوجود اس عمل میں حصہ نہیں لے سکتے سوائے اس کے کہ اس رسالے کے خریدار ہیں ۔

غلام مہدی سالک ڈوغنی

کمترین نے ایک مضمون اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت کے عنوان سے ارسال ہے ۔ نوائے صوفیہ میں شائع فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں ۔

سجاد حسین صابر خپلو

مرے برادر حقیقی کی وفات پر جن احباب نے تعزیت کا اظہار کیا ہے ان کو میں فرداً فرداً جواب نہیں لکھ سکا لہذا نوائے صوفیہ کی وساطت سے تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

ماسٹر علی شاہ تھلے

فنڈز کی کمی کے باعث شمارہ ستمبر کے نہ چھپنے اور آخری موقع کے عنوان سے آپ لوگوں کی اپیل پڑھ کر سخت افسوس ہوا خدا کے لئے اس چڑھتے سورج کو بند کرنے کا سوچنا بھی چھوڑ دیں لداخی اہل تصوف کی تصویریں دیکھ کر دلی سکون حاصل ہوا ۔

م ۔ ش ۔ کوروی

نوائے صوفیہ کی اشاعت کے سلسلے میں مالی بحران کی خبر سے بہت پریشانی ہوئی ۔ گلگت میں مقیم نوربخشیوں کی جانب سے اس سلسلے میں ہنگامی بنیاد پر امداد روانہ کر دی ہے ۔

شکور علی انور گلگت

اکتوبر کے شمارہ میں آخری موقع کے عنوان سے جو خبر شائع ہوئی ہے وہ قارئین نوائے صوفیہ کے لئے باعث تشویش ہے ۔ بعد کا شمارہ ملنے پر خوشی کی انتہا نہ رہی ۔ ہماری دعا ہے کہ یہ سورج ہمیشہ تاباں رہے ۔

اخوند محمد حسین کاشف خپلو

اکتوبر کے شمارے میں آخری موقع کا اشتہار دیکھ کر بہت پریشانی ہوئی ۔ اس سلسلے میں بعض قارئین نے ہنگامی امداد کی ہے اور اس قومی جریدے کو جاری وساری رکھنے کے لئے آئندہ بھی تعاون کا یقین دلایا ہے ۔ لداخی بھائیوں کے خطوط اور تصاویر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ۔ ان سے عرض ہے کہ وہ نوائے صوفیہ کے لئے مضامین بھی لکھا کریں ۔

حاجی محمد سلیم خپلو